

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ

اور مت ملاو حق میں باطل اور مت چھپاؤ حق کو جسکان بوجھ کر

قائدِ عظم، نظریہ پاکستان اور اسلامی نظام

ابوالاعلیٰ مودودی کی نظریں

پیش کردہ: مولانا محمد اشفاق احمد

مکتبہ مطلوب

۳۵، البٹاس مارکیٹ

بلاک ۳، مارتن روڈ، ناظم آباد، کراچی

قائدِ عظم، نظریہ پاکستان اور اسلامی نظام

ابوالاعلیٰ مودودی کی نظریں

پیش کردہ

مولانا محمد اشفاق احمد

ناشر : مکتبہ مطلوب ، ۳۵ ، العباس مارکیٹ ، بلاک اے ، قاتلہ ناظم آباد کراچی

طابع : عالمین پبلیکیشنز پریس ، ۲۲/۱ ریٹینگن روڈ ، بھویری پارک ، لاہور

قائدِ عظم، نظریہ پاکستان اور اسلامی نظام

ابوالاعلیٰ مودودی کی نظریں

پیش کردہ

مولانا محمد اشفاق احمد

ناشر : مکتبہ مطلوب ، ۳۵، العباس مارکیٹ، بلاک اے، قاتلہ ناظم آباد کراچی

طابع : عالمین پبلیکیشنز پریس ۲۲/۱ ریٹینگن روڈ، بھویری پارک، لاہور



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرمادے ہیں کہ اگر وہ لوگ مولانا مطلوب الرحمن عثمانی
کے خلیفہ مولانا محمد اشفاق احمد صاحب نے حضرت عثمانی اور شیخ الحداد مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب
کے رتبہ کردہ فوائد القرآن کو تفسیر عثمانی کی صورت میں چھاپ کر صرف مصلحی شریعتی اور
تبلیغی خدمت انجام دی باوجود اس دور میں جب کہ خلیفہ دینی دین کے دینے والے اور
تجدید و احیاء دین کی دعوت داری باطنی کی تفسیر دن میں نوجوان گمراہ ہو رہے تھے یہ خدمت
وقت کی اہم کامیابی ہے اس تفسیر میں نمایاں تفسیر کی خدمت کا اضافہ
اور حضرت شیخ الاسلام کی اس خدمات کا اعتراف بھی صرف زیادہ
احسن کا معاملہ ہے کیونکہ آج جو ملک پاکستان کی عظیم تاریخی جدوجہد
اور اسے باغی و قوم کے خون سے محو کرنے کی ناکام سازش
کی جا رہی ہے حق تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا اشفاق احمد صاحب کی
اس برحق خدمت کو قبول فرما اور عطا فرما دے
ایں دعا از من و از جملہ جہاں ارضی باد

محمد رفیع عثمانی
22.3.79

مقدمہ

۱۹۶۹ء میں ایک کتاب لکھی تھی۔ جس کا عنوان تھا قائد اعظم، نظریہ پاکستان اور اسلامی نظام مودودی کی فکر میں۔ اس کتاب کے مقدمہ میں مرشدی و مولائی مولینا مطلوب الرحمن عثمانیؒ کے مودودی کے بارے میں کچھ اقوال نقل کئے تھے جو اچھوں نے ۱۹۴۸ء میں بیان فرمائے تھے میرے مرشد شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے بڑے بھائی تھے اور شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ (اسیرِ رائے) کے خلیفہ تھے۔ مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمن عثمانی نقشبندیؒ سے بھی آپ کو خلافت حاصل تھی۔ صاحبِ عرفان حضرات کی بصیرت بڑی گہری ہوتی ہے اور یہ حضرات فتنوں کو عام لوگوں سے بہت پہلے بھانپ لیتے ہیں جس طرح ایک ماسر طیب مرض کے ابتدائی مرحلہ میں ہی اس کو معلوم کر لیتا ہے کہ آئندہ چل کر یہ کتنا خطرناک ثابت ہوگا۔

قول نمبر ۱: مرشدی و مولائی نے فرمایا "ابوالاعلیٰ مودودی پہلا شخص ہے جس نے مغز اسلام پر ضرب لگائی ہے (یعنی امت میں پہلا شخص ہے جس نے طریقِ مشائخ پر ضرب لگائی ہے)۔

تشریح: جب آپ سے پوچھا گیا کہ اس کی تشریح کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ تمام آسمانی مذاہب کا مشترک مقصد تزکیہ ہے۔ تزکیہ مغز اسلام ہے۔ تزکیہ مقاصد بعثت میں سے ہے۔ اُس نے تزکیہ پر ضرب لگائی ہے۔ یاد رکھو جب کوئی شخص علمی لائحہ میں گمراہ ہوتا ہے تو سب سے پہلے وہ اپنے زمانہ کے مشائخ اور علماء کی تنقیص کرتا ہے۔ پھر نفس اور پھولتا ہے اور وہ علماء کے استادوں اور مرشدوں پر حملے کرتا ہے۔ شدہ شدہ وہ تابعین اور صحابہؓ تک پہنچتا ہے اور ان میں عیب جوئی کرتا ہے۔ مودودی ان تمام مراحل سے گزر چکا ہے۔ شاید ۱۹۴۸ء تک مودودی کی ایسی تحریرِ نظر سے نہ گزری ہوگی جس میں مودودی نے انبیاء پر حملے کئے ہوں۔

قول نمبر ۲: "میں ابوالاعلیٰ مودودی کو فتنہ اعظم سمجھتا ہوں۔ دیکھو بریڈیوں اور نادیاں جو کافتنہ کھلا ہوا ہے اور مودودی کا فتنہ چھپا ہوا ہے۔"

قول نمبر ۱: ”مودودی کا یہ خیال غلط ہے کہ اس امت میں کوئی کامل پیدا نہیں ہوا۔“
 ”اس کے معنی یہ ہوئے کہ ختم نبوت کر کے نفوذ باللہ ہم پر ظلم کیا کہ پچھلی امتوں پر پے درپے انبیاء بھیجے اور اس امت کو ختم نبوت کر کے کالین سے بھی محروم کر دیا اور یہ امت گویا ہدایت سے محروم ہو گئی۔ ابوالاعلیٰ مودودی کا یہ جملہ دراصل غیبت پر اعتراض ہے اور بارگاہ احدیت میں گستاخی ہے۔ پھر قادیانی کیا کہتے ہیں!“

قول نمبر ۲: ”اگر مودودی خدا نخواستہ حکومت میں آگئے تو موجودہ لوگوں سے بدتر ثابت ہوں گے۔“ یہ بات اسکندر مرزا کے دور میں فرمائی تھی۔

قول نمبر ۳: مودودی جماعت منکبرین کا ایک ٹولہ ہے۔

قول نمبر ۴: ایک دفعہ ایک حدیث سنائی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میرے بعد ایسے لوگ پیدا ہوں گے جن کے کلام نبیوں جیسے ہوں گے، دل بھیڑیوں جیسے اور افعال فرعونوں جیسے۔
قول نمبر ۵: ”ایک مرتبہ میرے پاس بھی آئے تھے مگر انداز بہت متکبرانہ تھا۔ جس شخص کے کبر کا یہ عالم ہو وہ اپنی جماعت کو کس گڑھے میں لے جائیگا۔“

قول نمبر ۶: ”یہ لوگ دارمیاں رکھ کر وہ کام کریں گے جو بے دارمی والے نہ کر سکیں گے۔“

قول نمبر ۷: ”مودودی نے حضرت شاہ ولی اللہؒ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے تذکرے میں تصوف یعنی طریق مشائخ (تذکیہ) کو چنپا بیگم سے تعبیر کیا ہے۔ اور یہ کہا ہے کہ اس طریقہ سے لوگوں کو ایسا بچانا چاہیے جس طرح ذیابیطس کے مریض کو تنکے سے پرہیز کرتے ہیں۔“
قول نمبر ۸: ایک مرتبہ اسماعیل احمد مینائی اور ظفر احمد انصاری کو خطاب کر کے فرمایا کہ

”مودودی سر سے پیر تک مجتہم شیطان ہے جو دین کا بادلہ اوڑھ کر سامنے آ گیا ہے۔“
 یہ ہیں ایک بہت بڑے بزرگ اور صاحب طریقت انسان کے اقوال جو عرصہ دراز پہلے ان کی زبان مبارک سے نکلے تھے۔ پاکستان کے لوگوں نے دیکھ لیا کہ یہ عارفانہ فراست سے کئے ہوئے الفاظ حرف بحرف صحیح ثابت ہوئے اور جو کسر وہ گئی تھی وہ اب پوری ہو گئی۔

اس کتاب میں سیاسی باب شروع میں دیا ہوا ہے تاکہ لوگ مودودی اور طفیل محمد کا سفید جھوٹ اچھی طرح معلوم کر لیں کہ آج جو وہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ ہم نے پاکستان کی مخالفت نہیں کی تھی بلکہ پاکستان بنانے میں ہمارا بہت بڑا ہاتھ ہے کتاب بڑا دروغ اور کذب ہے۔ مودودی نے پاکستان کی اسی طرح مخالفت کی تھی جس طرح ہندو اور ٹیپیل نے کی تھی یا دوسرے کانگریسی لوگوں نے

شکلاً و بوالکلام آزاد مولوی حفص الرحمن سیولہ دی و غیرہ۔ ہماری فوج کو ان کی مخالفانہ تحریروں کا شاید پتہ نہ ہو۔ ان کو بھی معلوم ہونا چاہیے کہ قائد اعظم کے بارے میں مودودی کے کیا خیالات تھے۔ اور اب منافقت میں جناح صاحب کے بارے میں اُن کی برسی کے دن کیا بیانات دیئے ہیں۔

مفتی محمود نے مودودی کا ساتھ دے کر بہت بڑی غلطی کی ہے اور اپنے قول کی خلاف ورزی کی ہے۔ مفتی محمود نے ہم سے کہا تھا کہ دو آدمی ایسے ہیں کہ ہم اُن سے سیاست میں تعاون نہیں کر سکتے؛ چونکہ ہم اُن کے ساتھ تعاون کر کے اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ایک مودودی اور ایک فلاح صاحب۔ مگر محضوں نے اپنے قول کے خلاف مودودی سے تعاون کیا۔ حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا تھا کہ مصلحت مسئلہ کے تابع ہے اور مسئلہ مصلحت کے تابع نہیں۔ مفتی صاحب نے مسئلہ سے کنارہ کر کے مصلحت پرستی اختیار کی۔

حضرت مدنیؒ سے ہندوستان میں دہاں کی مودودی جماعت کے امیر نے کہا تھا کہ سیاست میں ہم سے تعاون کریں مگر حضرت مدنیؒ نے صاف انکار کر دیا تھا۔ حضرت مدنیؒ نے مشرکین سے تعاون کر لیا تھا۔ جنگ آزادی میں چونکہ دہاں دین اسلام کو خطرہ نہ تھا (تمہارا دین تمہارے ساتھ اور تمہارا دین ہمارے ساتھ) مگر مودودی جماعت کے ساتھ تعاون میں تلبیس کا اندیشہ تھا کہ حق اور باطل گڈ مڈ ہو جاتا۔ اس لئے حضرت مدنیؒ نے مودودی جماعت (ہند) سے تعاون نہیں کیا۔

فتنہ کی تعریف

تمام کمالات کی جسہ امانت ہے اور تمام خرابیوں کی حسب فتنہ ہے۔ امانت اصل میں مادۂ ایمان کا دوسرا نام ہے۔ امانت پر ہی ایمان اور ہدایت موقوف ہے۔ جس طرح ایمان اور تمام اعمال صالحہ امانت پر موقوف ہیں۔ اسی طرح گمراہی، کفر اور اعمال بدضد امانت یعنی فتنہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ جب باطن میں یہ کیفیت پیدا ہو جائے کہ حق باطل اور باطل حق معلوم ہونے لگے اور اچھا بُرا اور بُرا اچھا لگنے لگے تو اس کیفیت کو فتنہ کہتے ہیں۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ائمہ ہدایت کی خبر دی ہے۔ اسی طرح دجالون کذابون کی خبر بھی دی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

يَكُونُ فِي آخِرِ دَحَابِلِ
كَذَّابُونَ يَأْتُونَكَمُ مِنَ
الْأَحَادِيثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا
أَنْتُمْ وَلَا آبَاءُكُمْ
وَأَيُّاهُمْ لَا يَضِلُّونَكُمْ
وَلَا يَفْتِنُونَكُمْ۔

آخر زمانہ میں بہت سے جوڑے دجال
نکلیں گے جو تم کو ایسی باتیں سنائیں گے
کہ نہ تم نے کبھی سنی ہوں گی نہ تمہارے
باپ دادا نے۔ ایسے لوگوں سے بچتے
رہنا کیسے تم کو گمراہ نہ کر دیں اور فتنہ
میں مبتلا نہ کر دیں۔

باطنی فتنہ سے بچنے کا واحد ذریعہ تزکیہ باطن ہے۔ بعض علماء کے مودودی کی
طرف جانے کی اصل وجہ تزکیہ سے دوری ہے۔ تزکیہ سے بعد قُربِ مودودیت کا لازمہ
ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ جو فتنہ دجال سے قریب تر ہے وہ شدید تر ہے۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَنَّا يَصْفُوتُكَ وَسَلَامٌ
عَلَى الْمُرْسَلِينَ ؕ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ؕ

احقر الانس محمد اشفاق احمد

خلیفہ ارشد

مارچ ۷۷

مولینا مطلوب الرحمن عثمانی

(قطب العالم و صاحب دوران)

فہرست مضامین

سلسلہ ۲ (الف)

نمبر	عنوان	نمبر	عنوان	نمبر
۱۷	مسلمان قوم اخلاقی اوصاف سے محروم ہو گئی ہے (دمودوی)	۱۶	باب اول : نظریہ پاکستان اور قائد اعظم کی مخالفت	
۱۷	مسلمانوں کی حالت کنوں کی طرح ہو گئی ہے (دمودوی)	۱۷	قائد اعظم اور ان کے مقتدی اسلام سے جاہل ہیں (دمودوی)	۱
۱۸	مسلمان قوم میں منافقین کی ایک بڑی جماعت شامل ہے (دمودوی)	۱۸	قرآن مسلمانوں کا ضابطہ حیات ہے دکانی کے نام قائد اعظم	۲
۱۸	مسلمانوں میں تین گروہ ہیں جنہوں میں گروہ (دمودوی)	۱۹	کا ایک خط	
۱۸	دمودوی صاحب کا نسب النہیں شبہ دار اسلام تھا	۲۰	مسلمان رہنماؤں کی تعریف (دمودوی)	۳
۱۹	نظریہ پاکستان اسلامی انعکاس کے راستہ میں بدترین کاوش ہے (دمودوی)	۲۱	ہمارا پروگرام قرآن میں موجود ہے۔ (قائد اعظم)	۴
۱۹	مسلمانوں کی کارخانہ حکومت پاکستان، غیر مسلموں کی کارخانہ حکومت سے بھی زیادہ قابل ستائش ہوگی (دمودوی)	۲۲	نظریہ پاکستان اشاعت اسلام میں رکاوٹ ہے (دمودوی)	۵
۲۰	پاکستان کا مطالبہ اسلام کا بنیادی مطالبہ تھا (قائد اعظم)	۲۳	پاکستان کا مطالبہ اسلامی نظام حیات قائم کرنے کے لیے کیا گیا تھا۔	۶
۲۰	پاکستان کی خلیج حضو کے دیئے ہوئے ضابطہ حیات میں منظر ہے (قائد اعظم)	۲۴	پاکستان کے حاصل کرنے کی کوشش کرنا حماقت ہے (دمودوی)	۷
۲۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سستی قائد اعظم کی نظر میں	۲۵	حظیم الشان شریعت ہماری راہنما ہے (قائد اعظم)	۸
۲۰	قرآن کریم مسلمانوں کا قانون حیات ہے (قائد اعظم)	۲۶	۹۹۹ فی ہزار مسلمان حق اور باطل کی تیسری تاشنیں۔ ان کے	۹
۲۱	اقتدار اعلیٰ کا تصور اسلامی ریاست میں (قائد اعظم)	۲۷	اہتمام سے اسلامی کام کی ترقی رکھنا بنیادی غلطی ہے (دمودوی)	
۲۱	پاکستان کو دنیا کے سامنے ایک منفرد اسلامی معاشی نظام پیش کرتا ہے (قائد اعظم)	۲۸	قرآن کریم وہ مشترکہ رشتہ ہے جس سے مسلمان جسد واحد کی طرح ہیں (قائد اعظم)	۱۰
	باب دوم - قرآن کریم	۲۹	نظریہ پاکستان کا نتیجہ مسلمانوں کی کارخانہ حکومت بزرگا (دمودوی)	۱۱
۲۲	قرآن کے نقلی ترجمے روح قرآن سے خالی ہیں (دمودوی)	۳۰	مسلمانوں کا طرز حکومت آج سے تیرہ سو سال قبل قرآن کریم نے	۱۲
	رحمن اور رحیم کی مثال ایسی ہے جیسے سنی دانا، گورا چٹا لبا	۳۱	فیصل کر دیا تھا (قائد اعظم)	
۲۲	توہ نگا۔ احکم ورحمن کی کہی بڑا کرنے کے لیے رحیم کا اضافہ کیا گیا ہے۔ (دمودوی)	۳۲	جناح صاحب سے اختلاف کا رنگ (دمودوی)	۱۳
		۳۳	مسلمانوں پر کوفرا قرودۃ غائبین کی لغت (دمودوی)	۱۴
۲۳	حروف مقطعات کوئی حبستان نہ تھے (دمودوی)	۳۴	مسلمانوں کا سوا قائد اعظم شعور اسلام اور غیر اسلام سے عاری ہے۔ (دمودوی)	۱۵

نمبر	عنوان	نمبر	نمبر	عنوان	نمبر
۳۱	حضرت نوحؑ میں جاہلیت کا جذبہ (مودودی)	۸	۲۳	صحابہ طائفہ سے مراد تیسرا گروہ ہے (مودودی)	۳
۳۱	حضرت ابراہیمؑ سے شرک کا ارتکاب (مودودی)	۹	۲۴	بنی اسرائیل پر رفع طور یعنی ایک کیفیت تھی یا منتہی تھی؟ (مودودی)	۵
	بعثت سے پہلے علوم انبیاء آثار کائنات سے متعلق ہوتے ہیں۔ (مودودی)	۱۰	۲۴	سامعون کا سجدہ اندرون کیفیت تھی یا منتہی تھی؟ (مودودی)	۶
۳۲	رسول اللہ کی معرفت توحید بھی آثار کائنات کی اس مشعل سے متعلق تھی۔ (مودودی)	۱۱	۲۴	حضرت عیسیٰ کا رفع الی اسماء قرآن عذاب نبی سے ملتا تھا	۷
۳۲	مرد انبیاء اور انبیاء کے علوم بعثت سے پہلے کسی ہوتے ہیں۔ (مودودی)	۱۲	۲۴	قرآن کے لیے تفسیر کی حاجت نہیں (مودودی)	۸
۳۲	لبا اوقات پیغمبروں تک کو نفس خیر کی رہبری کے قطرے پیش آئے ہیں (مودودی)	۱۳	۲۵	قرآن کی تعلیم تفسیر و حدیث کے پرانے ذخیروں تک نہیں ہوتی چاہیے۔ (مودودی)	۹
۳۳	حضرت موسیٰؑ سے ایک بہت بڑا گناہ ہو گیا تھا نبوت سے پہلے جب راہ چاہت ان پر مکمل نہ تھی۔ (مودودی)	۱۴	۲۵	شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ قرآن (شولٹ)	۱۰
۳۳	حضرت موسیٰؑ ایک جلد باز فاتح A HASTY VICTOR	۱۵	۲۵	اللہ کی صفات اور اسماء میں الحاد و غلط فہمی و	۱۱
۳۳	حضرت یونسؑ سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی ہو گئی تھی ان کی قوم کا غضب ان کی کوتاہیوں کی وجہ سے ملا۔ (مودودی)	۱۶	۲۵	شاہ عبدالقادر صاحب	۱۲
۳۳	حضرت یونسؑ سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی ہو گئی تھی ان کی قوم کا غضب ان کی کوتاہیوں کی وجہ سے ملا۔ (مودودی)	۱۷	۲۶	حدوث مقطعات اسرائیل کے بحر متواج ہیں۔	۱۳
۳۳	حضرت یونسؑ سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی ہو گئی تھی ان کی قوم کا غضب ان کی کوتاہیوں کی وجہ سے ملا۔ (مودودی)	۱۸	۲۶	حضرت محمدؐ و اہل ثانی امام ربانیؒ	۱۴
۳۳	حضرت یونسؑ سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی ہو گئی تھی ان کی قوم کا غضب ان کی کوتاہیوں کی وجہ سے ملا۔ (مودودی)	۱۹	۲۶	تفسیر بازائے حرام ہے۔ (الحدیث)	۱۵
۳۳	حضرت یونسؑ سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی ہو گئی تھی ان کی قوم کا غضب ان کی کوتاہیوں کی وجہ سے ملا۔ (مودودی)	۲۰	۲۶	باب سوم — توحید و رسالت	۱۶
۳۳	حضرت یونسؑ سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی ہو گئی تھی ان کی قوم کا غضب ان کی کوتاہیوں کی وجہ سے ملا۔ (مودودی)	۲۱	۲۶	حکومت کے بغیر عقائد لایعنی اور بیگار میں (مودودی)	۱۷
۳۳	حضرت یونسؑ سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی ہو گئی تھی ان کی قوم کا غضب ان کی کوتاہیوں کی وجہ سے ملا۔ (مودودی)	۲۲	۲۶	مراتب انبیاء حکومت الہیہ کے قیام پر موقوف ہیں نبوت کا	۱۸
۳۳	حضرت یونسؑ سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی ہو گئی تھی ان کی قوم کا غضب ان کی کوتاہیوں کی وجہ سے ملا۔ (مودودی)	۲۳	۲۶	مختلف مقصود حکومت الہیہ کا قیام ہے (مودودی)	۱۹
۳۳	حضرت یونسؑ سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی ہو گئی تھی ان کی قوم کا غضب ان کی کوتاہیوں کی وجہ سے ملا۔ (مودودی)	۲۴	۲۶	محض انبیاء و اہل انبیاء کے لازمات سے نہیں ہے۔	۲۰
۳۳	حضرت یونسؑ سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی ہو گئی تھی ان کی قوم کا غضب ان کی کوتاہیوں کی وجہ سے ملا۔ (مودودی)	۲۵	۲۶	اللہ تعالیٰ نے بالارادہ ہر نبی سے فطری کثافت ہے (مودودی)	۲۱
۳۳	حضرت یونسؑ سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی ہو گئی تھی ان کی قوم کا غضب ان کی کوتاہیوں کی وجہ سے ملا۔ (مودودی)	۲۶	۲۶	انبیاء کو سزا بھی دی جاتی تھی۔ (مودودی)	۲۲
۳۳	حضرت یونسؑ سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی ہو گئی تھی ان کی قوم کا غضب ان کی کوتاہیوں کی وجہ سے ملا۔ (مودودی)	۲۷	۲۶	نبی کا علم نبوت سے پہلے عام انسانوں کی طرح ہوتا ہے۔	۲۳
۳۳	حضرت یونسؑ سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی ہو گئی تھی ان کی قوم کا غضب ان کی کوتاہیوں کی وجہ سے ملا۔ (مودودی)	۲۸	۲۶	حضرت آدمؑ کو نفس کے حوالے کر دیا گیا۔ (مودودی)	۲۴
۳۳	حضرت یونسؑ سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی ہو گئی تھی ان کی قوم کا غضب ان کی کوتاہیوں کی وجہ سے ملا۔ (مودودی)	۲۹	۲۶	حضرت آدمؑ کو مودودی صاحب نے جہنم اور بارشاقہ	۲۵
۳۳	حضرت یونسؑ سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی ہو گئی تھی ان کی قوم کا غضب ان کی کوتاہیوں کی وجہ سے ملا۔ (مودودی)	۳۰	۲۶	کی طرح پیش کیا ہے۔	۲۶

نمبر شمار	عنوان	نمبر شمار	نمبر شمار
۲۲	عصمت اور حفاظت	۳۶	۱۳
۲۳	انبیاء سے فرائض رسالت میں کوتاہی علم الہی کے خلاف ہے۔	۳۸	۱۴
۲۴	سامری کا بھڑا حق اور باطل کا مجموعہ تھا (شاہ جہانگیر رحمہ اللہ)	۳۹	۱۴
۲۵	دین کے پیشواؤں پر طعن کرنا سامریہ، غایت اور وحایت ہے۔	۳۹	۱۵
۲۶	(حضرت شاہ عبدالقادر صاحب)	۳۹	۱۶
۱	تاریخ انبار حقیب کی مختصر سیس کی سرکستی (مولانا محمد قاسم صاحب)	۳۹	۱۶
۲	باب چہارم — خلافت راشدہ اور صحابہ کرام	۳۹	۱۶
۳	صحابہ کرامؓ کے انفرادی افعال اور اعمال ہمارے لیے	۳۹	۱۶
۴	مربح و مہرب نہیں ہیں۔ (مودودی)	۳۹	۱۶
۵	صحابائی کا قول و فعل حجت شرعی نہیں ہے (مودودی)	۳۹	۱۶
۶	عمومی صحابہؓ معیاری مسلمان بھی نہ تھے (مودودی)	۳۹	۱۶
۷	امام ابن تیمیہؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ خلافت راشدہ کے	۳۹	۱۶
۸	باب میں وکیل صفائی کی حیثیت دیکھتے ہیں (مودودی)	۳۹	۱۶
۹	حضرت عثمانؓ طو کبیت لانے کے ذمہ دار تھے (مودودی)	۳۹	۱۶
۱۰	خلافت عثمانؓ میں جاہلیت داخل ہو گئی تھی (مودودی)	۳۹	۱۶
۱۱	حضرت مولانا شرف علی صاحب تھانویؒ نے حضور صلعم کو	۳۹	۱۶
۱۲	کنہیا جی اور ہندو دیوتاؤں کے رنگ میں پیش کیا (نور محمد)	۳۹	۱۶
۱۳	ذیل حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے بھی حضور صلعم کو کنہیا جی	۳۹	۱۶
۱۴	اور ہندو دیوتاؤں کے رنگ میں پیش کیا (نور محمد)	۳۹	۱۶
۱۵	(مودودی کے الزامات)	۳۹	۱۶
۱۶	حضرت انسؓ کی ثقاہت پر چار جہان حملہ (مودودی)	۳۹	۱۶
۱۷	صحابہ کرامؓ پر چودہ رواہ سے طعن (مودودی)	۳۹	۱۶
۱۸	اللہ کی اطاعت بغیر اطاعت رسولؐ کفر ہے۔	۳۹	۱۶
۱۹	رسول اللہؐ کی اطاعت بغیر اطاعت صحابہؓ باطل ہے۔	۳۹	۱۶
۲۰	حضرت محمدؐ و اہل بیتؑ	۳۹	۱۶
۲۱	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۲۲	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۲۳	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۲۴	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۲۵	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۲۶	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۲۷	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۲۸	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۲۹	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۳۰	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۳۱	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۳۲	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۳۳	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۳۴	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۳۵	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۳۶	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۳۷	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۳۸	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۳۹	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۴۰	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۴۱	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۴۲	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۴۳	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۴۴	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۴۵	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۴۶	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۴۷	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۴۸	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۴۹	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۵۰	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۵۱	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۵۲	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۵۳	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۵۴	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۵۵	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۵۶	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۵۷	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۵۸	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۵۹	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۶۰	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۶۱	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۶۲	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۶۳	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۶۴	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۶۵	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۶۶	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۶۷	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۶۸	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۶۹	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۷۰	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۷۱	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۷۲	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۷۳	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۷۴	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۷۵	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۷۶	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۷۷	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۷۸	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۷۹	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۸۰	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۸۱	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۸۲	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۸۳	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۸۴	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۸۵	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۸۶	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۸۷	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۸۸	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۸۹	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۹۰	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۹۱	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۹۲	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۹۳	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۹۴	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۹۵	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۹۶	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۹۷	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۹۸	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۹۹	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶
۱۰۰	صحابہ کرامؓ	۳۹	۱۶

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
۶۵	ماہِ ششم - ایمان اور عمل	۲	ماہِ ششم - ایمان اور عمل	۶۵
۶۵	جو نماز نہ پڑھے اور زکوٰۃ نہ دے وہ مسلمان نہیں (مودودی)	۳	۵۴	۶۵
۶۵	حج نہ کرنے والے کو مسلمان سمجھنے والا قرآن سے جاہل ہے۔ (مودودی)	۴	۵۴	۶۵
۶۶	جو نماز اور زکوٰۃ کا پابند نہ ہو کلمہ طیبہ کا اقرار اس کے لیے بے معنی ہے۔ (مودودی)	۵	۵۴	۶۶
۶۶	احمال میں کوتاہی سے ایمان اور اسلام زائل نہیں ہوتا ایمان کی کوتاہی سے فسق آتا ہے کفر نہیں آتا شیخ الاسلام مدنی	۶	۵۵	۶۶
۶۶	احمال کو جزو ایمان قرار دینا۔	۷	۵۶	۶۶
۶۶	باب ہفتم - علماء اور مشائخ	۸	۵۸	۶۶
۶۶	۱ علماء اور مشائخ سب گمراہ ہیں (مودودی)	۹	۵۸	۶۶
۶۶	۲ تصوف چنیا بیگم ہے۔ (مودودی)	۱۰	۵۹	۶۶
۶۶	۳ سید احمد شہید اور اسماعیل شہید کی تحریک جمادی صوفیت کے جراثیم تھے۔ (مودودی)	۱۱	۵۹	۶۶
۶۶	۴ اب تکچہ اُٹھائے دیں کے لیے مسلمانوں کو بندہ گوں کے سلاسل اور ان کے طریقوں سے اس طرح پرہیز کرنا ہیں جس طرح ذیابیطس کے مریض کو شوگر سے پرہیز کرنا ہے (مودودی)	۱۲	۵۹	۶۶
۶۶	۵ مشائخ کے معتقدین کا گروہ جاہلیت اور شرک میں گرفتار ہے۔ (مودودی)	۱۳	۶۰	۶۶
۶۶	۶ صوفیاء حضرت جاہلیت یا باطنیہ پیلا تھے یہ (مودودی)	۱۴	۶۱	۶۶
۶۶	۷ مشائخ عظام کا مقام بہت عالی ہے (حضرت اسماعیل شہید)	۱۵	۶۲	۶۶
۶۶	۸ اکابرین کے مانند ہے شاہنشاہِ عالم کا چہرہ ہے۔ اس کی صحبت زہرِ قاتل ہے۔ (حضرت مجدد الف ثانی)	۱۶	۶۳	۶۶
۶۶	۹ علماء امت کی تیسر کریمیا الاکثرہ ہے اور قرآنِ ہدایت سے محروم ہے (شیخ المنذر)	۱۷	۶۴	۶۶
۶۶	۱۰ فلاح تین چیزوں پر موقوف ہے۔ (حضرت مجدد الف ثانی)	۱۸	۶۵	۶۶
۶۶	باب ہشتم - اسلامی نظام کی حقیقت	۱۹	۶۶	۶۶
۶۶	۱ موجودہ معاشرہ میں حدود کا نفاذ نظم ہے (مودودی)	۲۰	۶۷	۶۶
۶۶	۲	۲۱	۶۸	۶۶
۶۶	۳	۲۲	۶۹	۶۶
۶۶	۴	۲۳	۷۰	۶۶
۶۶	۵	۲۴	۷۱	۶۶
۶۶	۶	۲۵	۷۲	۶۶
۶۶	۷	۲۶	۷۳	۶۶
۶۶	۸	۲۷	۷۴	۶۶
۶۶	۹	۲۸	۷۵	۶۶
۶۶	۱۰	۲۹	۷۶	۶۶
۶۶	۱۱	۳۰	۷۷	۶۶
۶۶	۱۲	۳۱	۷۸	۶۶
۶۶	۱۳	۳۲	۷۹	۶۶
۶۶	۱۴	۳۳	۸۰	۶۶
۶۶	۱۵	۳۴	۸۱	۶۶
۶۶	۱۶	۳۵	۸۲	۶۶
۶۶	۱۷	۳۶	۸۳	۶۶
۶۶	۱۸	۳۷	۸۴	۶۶
۶۶	۱۹	۳۸	۸۵	۶۶
۶۶	۲۰	۳۹	۸۶	۶۶
۶۶	۲۱	۴۰	۸۷	۶۶
۶۶	۲۲	۴۱	۸۸	۶۶
۶۶	۲۳	۴۲	۸۹	۶۶
۶۶	۲۴	۴۳	۹۰	۶۶
۶۶	۲۵	۴۴	۹۱	۶۶
۶۶	۲۶	۴۵	۹۲	۶۶
۶۶	۲۷	۴۶	۹۳	۶۶
۶۶	۲۸	۴۷	۹۴	۶۶
۶۶	۲۹	۴۸	۹۵	۶۶
۶۶	۳۰	۴۹	۹۶	۶۶
۶۶	۳۱	۵۰	۹۷	۶۶
۶۶	۳۲	۵۱	۹۸	۶۶
۶۶	۳۳	۵۲	۹۹	۶۶
۶۶	۳۴	۵۳	۱۰۰	۶۶

نمبر	عنوان	صفحہ	نمبر	عنوان	صفحہ
	جو شخص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات میں سے کسی کو	۱۸		باب یازدہم - متفرقات	
	مستہم کرے وہ کافر و کذاب ہے اور دائرہ اسلام سے	۷۷	۱	امت کی فیصلت تھی (تفسیر عثمانی)	
۸۳	خارج ہے (تفسیر عثمانی)	۷۷	۲	انکار کے چار شرائط اور سنت کی حرمت (تفسیر عثمانی)	
۸۴	اجماع امت کا خلاف جہنی ہے (تفسیر عثمانی)	۱۹	۳	مشاک کی بیعت کا قرآن سے ثبوت	
۸۵	ہر عہدہ اور گونگا کو فرق (تفسیر عثمانی)	۲۰	۴	قرآن کا تفسیر وہی ہے جس سے جو احادیث نبوی کے مطابق ہو	
۸۶	ذکر اللہ کی فیصلت ذکر سے بڑی چیز ہے (تفسیر عثمانی)	۲۱	۵	تعلیل یا مومن اللہ ہے (تفسیر عثمانی)	
	مکرمہ کے لئے جو دوا حضرت ابراہیمؑ نے کی تھی	۲۲	۶	باقی کا خیال بھی پیدا ہوتا ہے جب ادب آتا ہوتا ہے	
۸۵	اس کا اثر آج تک مشہور ہے	۷۹	۷	حقیقت روح (تفسیر عثمانی)	
	ابراہیمؑ مسعودین کے امام اور اپنی ذات میں ایک	۲۳	۸	نارے کے مسموم و غلیم اللہ کی یاد ہے (تفسیر عثمانی)	
۸۵	عظیم امت تھے (تفسیر عثمانی)	۸۰	۹	جنت میں مراتب تزکیہ پر موقوف ہیں (تفسیر عثمانی)	
۸۶	شہرت اور قبولیت میں فرق (تفسیر عثمانی)	۲۴	۱۰	سامریہ حق اور باطل کا مترادف ہے (تفسیر عثمانی)	
	اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کے ہاتھ میں	۲۵	۱۱	جو دین کے پیشواؤں پر طعن کرے وہ سامری اور خارجی ہے	
۸۶	لوہ نام کر دیا تھا (تفسیر عثمانی)	۸۱	۱۲	صحابہ کرامؓ کی اسیبت خصوص ہے (تفسیر عثمانی)	
	تخت سلیمانی کو زمین سے عاصفہ اٹھائی تھی	۲۶	۱۳	اقوام عالم میں صحابہ کرامؓ کا ایثار اور قربانی پر مثال ہے (تفسیر عثمانی)	
۸۷	اور فضا میں رخا لے جاتی تھی	۸۲	۱۴	خلفائے راشدین کی تعریف (تفسیر عثمانی)	
	تخت سلیمانی میں سے شام اور شام سے میں ایک ماہ کی	۲۷	۱۵	صحابہ کرامؓ کا ایمان معیار ایمان اور ہدایت ہے (تفسیر عثمانی)	
۸۷	راہ چن کر گھنٹوں میں فضا میں طے کرتا تھا	۸۳	۱۶	جو لوگ فکر اللہ سے غافل ہیں ان کا شمار	
۸۷	سلیمانؑ کے لئے ہوا اور جنوں کو سفر کر دیا تھا	۲۸		عقل والوں میں نہیں (تفسیر عثمانی)	
	حضرت یونس علیہ السلام سے اجتناب فی فعل ہوئی تھی	۲۹	۱۷	حضرت عائشہ صدیقہؓ کی پاکیزگی پر قرآن کی گواہی (تفسیر عثمانی)	

نمبر	عنوان	نمبر	عنوان	نمبر
۹۳	درسہ اور خانقاہ	۴۳	۸۸	فرائض رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کی تھی
	پھر تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے	۴۴		صحابہ رضی اللہ عنہم کی اور غلطیوں کی حدیثیں متبذیر نہ
۹۴	تو عزالی ڈالو ملک میں اور قطع کرو اپنی قرابتیں	۸۸		منہیت کا تحت تاج کا محتاج نہیں بلکہ قرآن میں ہے
۹۴	قرآن کا اصل کا نام مودودی کے نزدیک	۴۵	۸۹	انبیاء علیہم السلام کے دشمن مجاہدین میں سے جیسے ہیں
۹۸	مودودی کے کارکنوں پر ایسی اور مودودیوں کا نظیر	۴۶	۹۰	قصہ سربو، گناہ بظاہر و سلامتی شرافت میں داخل نہیں ہیں
۹۹	جو شخص صحابہ کی بدگمانی کرے اس کے لئے، اپنے میں کچھ نہیں	۴۷	۹۰	اپنی جان دکھی آگ میں انا را دہ نہیں اگر نبی مکرمؐ کو فرض ہو جائے
	مقاصد بہشت چار ہیں (۱) تلاوت (۲) ترکہ	۴۸		جو طیب نظر سے بغاوت کرے ظاہر میں ہلاک ہو گا اور جلیب
۹۹	(۳) تعلیم کتاب (۴) تعلیم حکمت	۹۰		بائیں سے بغاوت کئے وہ بائیں میں ہلاک ہو گا۔
	یہودی علماء ترک کرے دوسری کی وجہ سے گھر سے ہو گئے تھے	۴۹		تمام انبیاء علیہم السلام پر ان کی طرف سے سلام تلے جو ان کی عظمت
۹۹	جس پر کتابیں لدی چلی	۹۰		عصمتِ مسلمہ اور حضورؐ کی دلیل ہے۔ (تفسیر عثمانی)
۱۰۰	جس کو کسی میں مودودی اور مودودیوں کا معاذار موقوف	۵۰	۹۱	یہاں ان کی عزت پر جسد یعنی دھڑ ڈالنے کے معنی
۱۰۳	مودودی نے عربوں کو چروہ دار اور بنکس پٹل توڑنے کی تھی وہی ہے	۵۱		حضرت سلیمانؑ کی دعا اور دیکھ لو کہ وہ بادشاہی کو مناسب
	ہم ان حیرم دونوں مخالف کے بیٹے ہیں یعنی میں جرم سے زیادہ	۵۲	۹۱	نہ ہو کسی کو جیسے بعد
	میں نے تجھے جرم میں ان سب باتوں کا لحاظ ہے شروع اللہ کے نام	۹۱		بال پیست پتہ ہیں کہ ان میں سے اوپر ہو کر رہیں مگر ایسا ممکن نہیں
۱۰۶	سے جو ہے مجاہدانہ عزت و نام والا ہے (تفسیر عثمانی)			جو لوگ قرآن کی آیات میں الحاد کرتے ہیں ان کو
	حروفِ قطعیہ کے جس میں تک اور ان کی رسائی نہیں بلکہ	۵۳	۹۲	طویل دی جاتی ہے مگر انعام الگ ہے
۱۰۷	جس کے اندر اس کے نول کے پیراں اور جگہ جگہ طویل نہیں ہوتی	۹۲		انبیاء علیہم السلام انصاریان کے ساتھ ہمیشہ متصف ہوتے ہیں
۱۰۷	وَلَيَسْلُوكُنَّكَ عَنِ الدُّرُجِ اِنْ	۵۴	۹۲	قرآن کا موضوع توحید و رسالت ہے
۱۰۷	رَبِّ اَوْ خَلْقِي اِلَّا مِنْ سُلْطٰنًا فَصِيْرًا	۵۵	۹۳	کیا خدا اور مکیں اصطلاح کفر سے ناواقف تھے؟

باب

نظریہ پاکستان اور قائد اعظم کی مخالفت

(۱) قائد اعظم اور اُن کے مقتدی اسلام سے جاہل ہیں (مودودی)

”مگر افسوس کہ ایک کے قائد اعظم سے لے کر چھوٹے مقتدیوں تک ایک بھی ایسا نہیں جو اسلامی ذہنیت اور اسلامی طرز فکر رکھتا ہو، اور معاملات کو اسلامی نقطہ نظر سے دیکھتا ہو، یہ لوگ مسلمان کے معنی و مفہوم اور اس کی مخصوص حیثیت کو بالکل نہیں جانتے ان کی نگاہ میں مسلمان بھی ویسی ہی ایک قوم ہے جیسی دُنیا میں دوسری اور قومیں ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہر مسکن سیاسی چال اور ہر مفید مطلب سیاسی تدبیر سے اس قوم کے مفاد کی حفاظت کر دینا ہی بس اسلامی سیاست ہے۔ حالانکہ ایسی ادنیٰ درجہ کی سیاست کو اسلامی کہنا اسلام کے لیے ازالہ حیثیت عربی سے کم نہیں۔“
(سیاسی کشمکش (۳)، ص ۳۵۳)

۲ : قرآن مسلمانوں کا ضابطہ حیات ہے۔ (گاندھی کے نام قائد اعظم کا ایک خط)

(قائد اعظم بنام گاندھی جی۔ اگست ۱۹۴۳ء)

”قرآن مسلمانوں کا ضابطہ حیات ہے۔ اس میں مذہبی اور مجلسی، دیوانی اور فوجداری، عسکری اور تعزیری، معاشی اور معاشرتی، غرضیکہ سب شعبوں کے احکام موجود ہیں۔ مذہبی رسوم سے لے کر روزانہ امورِ حیات تک، روح کی نجات سے لے کر جسم کی صحت تک، جماعت کے حقوق سے لے کر فرد کے حقوق و فرائض تک، اخلاق سے لے کر اسنادِ جرم تک زندگی میں جزا و سزا سے لے کر عقبیٰ کی جزا و سزا تک ہر ایک فعل، قول اور حرکت پر مکمل احکام کا مجموعہ ہے۔ لہذا سبب میں یہ کہتا ہوں کہ مسلمان ایک قوم ہے تو حیات و مابعد حیات کے ہر معیار اور ہر مقدار کے مطابق گنتا ہوں۔“

۳ : مسلمان رہنماؤں کی تعریف (مودودی)

”جو لوگ مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے اُٹھے ہیں ان کی زندگی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی ادنیٰ جھلک تک نظر نہیں آتی۔ کیسے مکمل قرینگیت ہے۔ کیسے نہرو اور گاندھی کا اتباع ہے۔ کیسے جتوں اور عماموں میں سیاہ دل اور گندے اخلاق لیے ہوئے ہیں۔ زبان سے وعظ اور عمل میں بدکاریاں، ظاہر میں خدمت دین اور باطن میں خیانتیں، خدائیاں اور اعراض نفسانی کی بندگیاں۔“

(مسلمانوں کی سیاسی کشمکش جلد اول صفحہ ۲۸۳)

۴ : ہمارا پروگرام قرآن پاک میں موجود ہے (قائد اعظم)

(نومبر ۱۹۳۹ء، عید الفطر، ممبئی)

مسلمانو! ہمارا پروگرام قرآن پاک میں موجود ہے۔ ہم مسلمانوں کو لازم ہے کہ قرآن پاک کو غور سے پڑھیں اور قرآنی پروگرام کے ہوتے ہوئے مسلم لیگ مسلمانوں کے سامنے کوئی دوسرا پروگرام پیش نہیں کر سکتی۔“

۵ : نظریہ پاکستان اشاعت اسلام میں رکاوٹ ہے۔ (مودودی)

”پاکستانی خیال کے لوگ“ کے ہیڈنگ کے تحت لکھتے ہیں :

”اس طرح انہوں نے نہ صرف اپنے آپ کو اسلام کی دعوت کے قابل نہیں رکھا ہے بلکہ اسلام کی اشاعت کے راستے میں اتنی بڑی رکاوٹ پیدا کر دی ہے کہ اگر دوسرے مسلمان بھی یہ کام کرنا چاہیں تو غیر مسلموں کے دلوں کو اسلام کے لیے مقفل پائیں گے۔“

(سیاسی کشمکش (۳) صفحہ ۱۲۸)

۶ : پاکستان کا مطالبہ اسلامی نظام حیات قائم کرنے کے لیے کیا گیا تھا۔ (قائد اعظم)

”ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا متحدہ حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا تھا۔ بلکہ ہم ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں ہم اسلام کے اصولوں کو آزمائیں۔“ (خطاب اسلامیہ کالج پشاور۔ ۲۲ (جوری ۱۹۳۸ء)

۷ : پاکستان کے حاصل کرنے کی کوشش کرنا حماقت ہے۔ (مودودی)

”اس سے زیادہ خوفناک حقیقت یہ ہے کہ نام کے مسلمان ہونے کی وجہ سے یہ لوگ کفار کی بہ نسبت بہت زیادہ

جسارت اور بے باکی کے ساتھ ایسی ہر کوشش کو پکیس گے اور ان کے نام اُن کے ظلم کی پردہ پوشی کے لیے کافی ہونگے۔ جب صورت معاملہ یہ ہے تو کیا وہ شخص نادان نہیں ہے جو اسلامی انقلاب کا نصب العین سامنے رکھ کر ایسی جمہوری حکومت کے قیام کی کوشش کرے جو ہر کافرانہ حکومت سے بڑھ چڑھ کر اُس کے مقصد کی راہ میں مائل ہوگی۔“

(سیاسی کشمکش (۲) صفحہ ۱۳۲)

۸ : عظیم الشان شریعت ہماری راہنما ہے۔ (قائد اعظم)

(قائد اعظم کی ملی گزشتہ میں تقریر ۱۹۴۲ء)

”راہنمائی کے لیے ہمارے پاس اسلام کی عظیم الشان شریعت موجود ہے۔ درخشاں کارنامے، تاریخی کامیابیاں اور روایتیں موجود ہیں۔ اسلام ہر شخص سے اُمید رکھتا ہے کہ وہ اپنا فرض بجالائے۔“

۹ : ۹۹۹ فی ہزار مسلمان حق اور باطل کی تمیز سے نا آشنا ہیں ان کے اجتماع سے اسلامی کام کی توقع رکھنا بنیادی غلطی ہے۔ (مؤدوی)

”ایک قوم کے تمام افراد کو محض اس وجہ سے کہ وہ مسلمان ہیں حقیقی معنی میں مسلمان فرض کر لینا اور یہ اُمید رکھنا کہ ان کے اجتماع سے جو کام بھی ہوگا اسلامی اصول ہی پر ہوگا پہلی اور بنیادی غلطی ہے۔ یہ انبوہ عظیم جس کو مسلمان قوم کہا جاتا ہے اُس کا حال یہ ہے کہ اس کے ۹۹۹ فی ہزار افراد نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں نہ حق و باطل کی تمیز سے آشنا ہیں، نہ ان کا اخلاقی نقطہ نظر اور ذہنی رویہ اسلام کے مطابق تبدیل ہوا ہے۔ باپ سے بیٹے اور بیٹے سے پوتے کو بس مسلمان کا نام ملتا چلا آ رہا ہے، اس لیے یہ مسلمان ہیں نہ انہوں نے حق کو حق جان کر اسے قبول کیا ہے نہ باطل کو باطل جان کر اسے ترک کیا ہے، ان کی کثرتِ رائے کے ہاتھ میں باگیں دے کر اگر کوئی شخص یہ اُمید رکھتا ہے کہ گاڑی اسلام کے راستے پر چلے گی تو اس کی خوش فہمی قابلِ داد ہے۔“

(سیاسی کشمکش صفحہ ۱۳۱)

۱۰ : قرآن کریم وہ مشترک رشتہ ہے جس سے مسلمان جسدِ واحد کی طرح ہیں۔ (قائد اعظم)

”وہ کون سا رشتہ ہے جس میں منسلک ہونے سے تمام مسلمان جسدِ واحد کی طرح ہیں؟ وہ کون سی چٹان ہے جس پر ان کی کثرت کی عمارت استوار ہے؟ وہ کون سا سنگ ہے جس سے امت کی کشتی محفوظ کر دی گئی ہے؟ وہ رشتہ، وہ چٹان، وہ سنگ خدا کی کتاب قرآن کریم ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جو جن ہم آگے بڑھتے جائیں گے ہم میں زیادہ سے زیادہ اتحاد پیدا ہوتا جائے گا۔ ایک خدا

ایک رسول، ایک کتاب، ایک امت۔“ (خطاب اجلاس مسلم لیگ کراچی ۱۹۴۲ء)

۱۱ : نظریہ پاکستان کا نتیجہ مسلمانوں کی کامندانہ حکومت ہوگا۔ (مودودی)

اس کے بعد اس طبقہ کا جائزہ لیجئے جس سے یہ بزم خود اسلامی نصب العین تک پہنچنے کی امید رکھتے ہیں۔ ان کی تجویز یہ ہے کہ پہلے اسی جمہوری دستور کے مطابق جو انگریزی حکومت یہاں نافذ کرنا چاہتی ہے۔ مسلم اکثریت کے صوبوں میں مسلمانوں کی اپنی حکومت ہو جائے۔ پھر کوشش کی جائے گی کہ یہ قومی حکومت اسلامی نظام حکومت میں تبدیل ہو جائے لیکن یہ ویسی ہی غلطی ہے جیسی ”آزادی ہند“ کو مقدم رکھنے والے حضرات کر رہے ہیں۔ ان کی تجویز پر مجھے جو اعتراض ہیں بعینہ وہی اعتراضات ان کی تجویز پر بھی ہیں۔ ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ مسلم اکثریت کے صوبوں میں مائیت جمہور کے اصول پر خود مختار حکومت کا قیام آخر کار حاکمیت رب العالمین کے قیام میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔ جیسی مسلم اکثریت اس مجوزہ پاکستان میں ہے ویسی ہی بلکہ عددی حیثیت سے بہت زیادہ زبردست اکثریت افغانستان، ایران، عراق، ترکی اور مصر میں موجود ہے اور وہاں اس کو وہ ”پاکستان“ حاصل ہے جس کا یہاں مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ پھر کیا وہاں مسلمانوں کی خود مختار حکومت کسی درجہ میں بھی حکومت الہیہ کے قیام میں مددگار ہے یا ہوتی نظر آتی ہے۔ پس جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ اگر مسلمان اکثریت کے علاقے ہندو اکثریت کے تسلط سے آزاد ہو جائیں اور یہاں جمہوری نظام قائم ہو جائے، تو اس طرح حکومت الہیہ قائم ہو جائے گی ان کا گمان غلط ہے، دراصل اس کے نتیجہ میں جو کچھ حاصل ہوگا وہ صرف مسلمانوں کی کافرانہ حکومت ہوگی۔ اس کا نام حکومت الہیہ رکھنا اس کا نام کو ذیل کرنا ہے۔“

(سیاسی کشمکش صفحہ ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸)

۱۲ : مسلمانوں کا طرز حکومت آج سے تیرہ سو سال قبل قرآن حکیم نے فیصل کر دیا تھا۔ (قائد اعظم)

”مجھ سے اکثر پوچھا جاتا ہے کہ پاکستان کا طرز حکومت کیا ہوگا؟ پاکستان کا طرز حکومت تعین کرنے والا میں کون؟ یہ کام پاکستان کے رہنے والوں کا ہے، اور میرے خیال میں مسلمانوں کا طرز حکومت آج سے تیرہ سو سال قبل قرآن حکیم نے فیصل کر دیا تھا۔“

(قائد اعظم کی صدارتی تقریر۔ جاننہر۔ بموقع آل انڈیا مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن ۱۹۴۲ء)

۱۳ : جناح صاحب سے اختلاف کا رنگ۔ (مودودی)

”ظاہر ہے کہ کوئی غیر مسلم مشر جناح کے ۱۲ یا ۲۴ نکات پر ایمان تو نہیں لاسکتا۔ نہ مسلم لیگ یا مجلس احرار

یا جمعیت العلماء کے ریزلیشنوں میں کوئی ایسی چیز ہے جس پر کوئی ایمان لائے۔ ایمان اگر
(سیاسی کشمکش جلد ۲، صفحہ ۱۳۷)

۱۴ : مسلمانوں پر کُونُوا قِدَّةَ خَاسِعِينَ — کی لعنت — (مودودی)

”مسلمانوں میں سے جو لوگ اس انقلاب کے دامن سے وابستہ ہیں اُن کی زندگیاں ہمارے سامنے ہیں۔ ان کی صورتیں، اُن کے لباس، اُن کی بات چیت، اُن کی چال و حال، اُن کے آداب و اطوار، اُن کے خیالات سب کچھ ہمارے سامنے اس مسلمان کا نمونہ پیش کر رہے ہیں جو اس آنے والے انقلاب میں پیدا ہوگا۔ ہم ابھی سے دیکھ رہے ہیں کہ مشرکوں کے بجائے شرعیّت اور رسول کے بجائے شریعتیاں ہمارے ہاں پیدا ہونے لگی ہیں گھوڑانگ کی جگہ ہاتھ جوڑ کر نئے کیا جانے لگا ہے۔ ہیٹ کی جگہ گاندھی کیپ لے رہی ہے اور بعض علماء دین توئی نے بھی کریم تشبہ ترویج خارج ہٹے کُونُوا قِدَّةَ خَاسِعِينَ (مہو جاؤ ذلیل بنسدر) کی لعنت جو ان پُرستِ سال پہلے نازل ہوئی تھی اب ایک دوسری شکل اختیار کر رہی ہے۔“
(سیاسی کشمکش جلد ۱، صفحہ ۳۳۸، ۳۳۹)

۱۵ : مسلمانوں کا سواو اعظم، شعور اسلام اور غیر اسلام سے عاری ہے۔ (مودودی)

”مسلمانوں کی سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ ان کا سواو اعظم اپنی قوی تہذیب اور اس کی اقتیادی خصوصیات سے ناواقف ہے حتیٰ کہ ان میں ان حدود کا شعور تک باقی نہیں رہا ہے جو اسلام کو غیر اسلام سے ممیز کرتی ہیں۔“
(سیاسی کشمکش جلد ۱ صفحہ ۲۲)

۱۶ : مسلمان قوم اخلاقی اوصاف سے محروم ہو گئی ہے۔ (مودودی)

”مگر وہ اخلاقی اوصاف باقی نہیں جن کی بدولت یہ قومی مفاد کی حفاظت کے لیے اجتماعی کوشش کر سکیں۔ ان میں اتنی تمیز نہیں کہ صحیح راہنہ کا انتخاب کر سکیں، ان میں اطاعت کا مادہ نہیں کہ کسی کو راہنہ تسلیم کرنے کے بعد اس کی بات کو مانیں اور اس کی ہدایت پر چلیں، ان میں اتنا اثبات نہیں کہ کسی بڑے مقصد کے لیے اپنے ذاتی مفاد اپنی ذاتی رائے، اپنی آسائش، اپنے مال اور اپنی جان کی قربانی کسی حد تک بھی گوارا کر سکیں۔“ (سیاسی کشمکش جلد ۱ صفحہ ۳۳۸)

۱۷ : مسلمانوں کی حالت کتوں کی طرح ہو گئی ہے۔ (مودودی)

”ان کا حال یہ ہو گیا ہے کہ جہاں کسی نے روٹی کے ٹکڑے اور نام نمود کے چند کھلونے پھینکے، یہ

کتوں کی طرح ان کی طرف پکھے ہیں، اور ان کے معاوضے میں اپنے دین و ایمان، اپنے ضمیر، اپنی غیرت و شرافت اپنی قوم و ملت کے خلاف کوئی خدمت بجالانے میں ان کو پاک نہیں ہوتا۔“ (سیاسی کشمکش جلد ۱ صفحہ ۳۴۲)

۱۸ : مسلمان قوم میں منافقین کی ایک بڑی جماعت شامل ہے۔ (مودودی)

”ہماری قوم میں منافقین کی ایک بڑی جماعت شامل ہے اور اس کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے۔ بجز اشراف و تحصیل یافتہ، صاحبِ قلم، صاحبِ زبان، صاحبِ مال و زر، صاحبِ اثر اشخاص ایسے میں جو دل سے اسلام اور اس کی تعلیمات پر یقین نہیں رکھتے، مگر رفاق اور قطعی بے ایمانی کی راہ سے مسلمانوں کی جماعت میں شریک ہیں۔ یہ اسلام سے عقیدہ اور عملاً حل چکے ہیں۔“ (سیاسی کشمکش جلد ۱، صفحہ ۳۴۳)

۱۹ : مسلمانوں میں تین گروہ ہیں اور تینوں گمراہ ہیں۔ (مودودی)

”مسلمانوں میں زیادہ تر تین گروہ پائے جاتے ہیں۔ ایک گروہ آزادی وطن کے لیے بے چین ہے اور کائنات کی طرف کھینچ رہا ہے یا کھینچ گیا ہے۔ دوسرا گروہ اپنی قومی تہذیب اور اپنے قومی حقوق کی حفاظت کے لیے انگریز کی گود میں جانا چاہتا ہے اور آئندہ انقلاب کے خطرات سے بچنے کی یہی صورت مناسب سمجھتا ہے کہ سرکار برطانیہ کا معاون بن کر آزادی کی تحریک کو روکے۔ تیسرا گروہ عالم حیرت میں کھڑا ہے اور خاموشی کے ساتھ واقعات کی رفتار کو دیکھ رہا ہے۔“ (سیاسی کشمکش جلد ۱ صفحہ ۳۵۰)

۲۰ : مودودی صاحب کا نصب العین شبہ دارالاسلام تھا۔ (مودودی)

”منزل مقصد کا انتہائی مقام یعنی ہندوستان کو کلیتہً دارالاسلام بنانا تو اتنا بلند مقام ہے کہ آجکل کا کم بہت مسلمان اس کا قصد کرنے کی جرأت اپنے اندر نہیں پاتا۔ خیر جانے دیجئے اس کو۔ اس سے فرو تر درجے میں جس مقصد کے لیے ہم کو لڑنا چاہیے وہ کم سے کم یہ ہے کہ ہندوستان نہ تو بیرونی کفار کے تسلط میں رہے اور نہ اندرونی کفار کے کامل تسلط میں چلا جائے بلکہ آزاد ہو کر شبہ دارالاسلام بن جائے۔ ہم جس چیز کو شبہ دارالاسلام سمجھتے ہیں اور جو چیز درحقیقت اس نام سے موصوف ہو سکتی ہے وہ یہ ہے کہ ہندوستان کی حکومت میں ہم محض ہندو ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے حصہ دار ہوں۔“

۲۱ : نظریہ پاکستان اسلامی انقلاب کے راستہ میں بدترین رکاوٹ ہے۔ (مودودی)

”اس سے زیادہ خوفناک حقیقت یہ ہے کہ نام کے مسلمان ہونے کی وجہ سے یہ لوگ کفار کی بہ نسبت بہت زیادہ جسارت اور بے باکی کے ساتھ ایسی ہر کوشش کو کھیل دیں گے اور ان کے نام اُن کے ظلم کی پردہ پوشی کے لیے کافی ہونگے جب صورت معاملہ یہ ہے تو کیا وہ شخص نادان نہیں ہے جو اسلامی انقلاب کا نصب العین سامنے رکھ کر ایسی جمہوری حکومت کے قیام کی کوشش کرے جو برکافرانہ حکومت سے بڑھ چڑھ کر اس کے مقصد کی راہ میں حاصل ہوگی۔“

(سیاسی کشمکش (۲) صفحہ ۱۳۳)

۲۲ : مسلمانوں کی کافرانہ حکومت (پاکستان) غیر مسلموں کی کافرانہ حکومت سے بھی زیادہ قابل لعنت ہوگی! (مودودی)

”اس موقع پر یہ بات قابل ذکر ہے کہ مسلم لیگ کے ریزولوشن اور لیگ کے ذمہ دار لیڈروں میں سے کسی کی تقریر میں یہ بات واضح نہیں کی گئی کہ ان کا آخری مطمح نظر پاکستان میں اسلامی نظام حکومت قائم کرنا ہے۔ برعکس اس کے ان کی طرف سے ابھارت اور بجھارت جس چیز کا اظہار کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ان کے پیش نظر ایک ایسی جمہوری حکومت ہے جس میں دوسری غیر مسلم قومیں بھی حصہ دار ہوں مگر اکثریت کے حق کی بنیاد پر مسلمانوں کا حصہ غالب ہو بالفاظ دیگر ان کو مطمئن کرنے کے لیے صرف اتنی بات کافی ہے کہ ہندو اکثریت کے تسلط سے وہ صوبے آزاد ہو جائیں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ باقی رہا نظام حکومت تو وہ پاکستان میں ویسا ہی ہوگا جیسا ہندوستان میں ہوگا۔ ان کے نصب العین پر جب یہ اعتراض کیا گیا کہ مسلمانوں کی کافرانہ حکومت اسلامی نقطہ نظر سے غیر مسلموں کی کافرانہ حکومت کے مقابلہ میں کچھ قابل ترجیح نہیں ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ قابل لعنت ہے تو ذمہ دار لیڈروں میں سے تو کسی نے اس کا جواب نہیں دیا؛ البتہ جو لوگ پاکستانی حلقوں کی صفِ آخر میں شامل ہوتے ہیں اور جن کی کوئی ذمہ دارانہ حیثیت نہیں ہے انہوں نے کتنا شروع کیا کہ مسلم اکثریت کو جب خود اختیاری حاصل ہو جائے گی تب ہم نظام حکومت بدلنے کی کوشش کریں گے۔“

(سیاسی کشمکش ۷، صفحہ ۱۳۰، ۱۳۱)

۲۳ : پاکستان کا مطالبہ اسلام کا بنیادی مطالبہ تھا۔ (قائد اعظم)

”آپ نے مقرر فرمایا کہ پاکستان کے مطالبے کا جذبہ محرک کیا تھا؟ مسلمانوں کے لیے ایک مہلک نہ مملکت کی وجہ جواز کیا تھی؟ تقسیم ہند کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اس کی وجہ نہ ہندوؤں کی تنگ نظری ہے نہ انگریزوں کی چال یہ اسلام کا بنیادی مطالبہ تھا۔“ (خطاب مسلم یونیورسٹی - علیگڑھ - ۸ مارچ ۱۹۴۴ء)

۲۴ : پاکستان کی فلاح حضورؐ کے دیئے ہوئے ضابطہ حیات میں مضمر ہے۔ (قائد اعظم)

”میرا ایمان ہے کہ ہماری نجات کا واحد ذریعہ اس سنہری اصولوں والے ضابطہ حیات پر عمل کرنا ہے جو ہمارے عظیم و جامع قانون پیغمبر اسلامؐ نے ہمارے لیے قائم کر رکھا ہے۔ ہمیں اپنی جمہوریت کی بنیادیں سچے اسلامی اصولوں اور نصورتوں پر رکھنی چاہئیں۔ اسلام کا سبق یہ ہے مملکت کے امور و مسائل کے بارے میں فیصلے باہمی بحث و تمحیص اور مشوروں سے کیا کرو۔“ (دَامُزْمُ شُرَی بَیْنَهُمْ)

(خطاب سستی جوچستان - ۱۴ فروری ۱۹۴۸ء)

۲۵ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی قائد اعظم کی نظر میں

”آج ہم یہاں دُنیا کی عظیم ترین ہستی کو نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ آپؐ کی عزت اور تکریم کروڑوں عام انسان ہی نہیں کرتے بلکہ دُنیا کی تمام عظیم شخصیتیں آپؐ کے سامنے سر جھکا تی ہیں۔ میں ایک عاجز ترین، انتہائی خاکسار، بندہ ناپختہ اتنی عظیم غیظوں کی بھی عظیم ہستی کو بھلا کیا اور کیسے نذرانہ عقیدت پیش کر سکتا ہوں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عظیم مصلح تھے۔ عظیم راہنما تھے، عظیم واضع قانون تھے، عظیم سیاست دان تھے۔ عظیم حکمران تھے۔“ (خطاب کراچی بار ایسوسی ایشن - ۲۵ جنوری ۱۹۴۸ء)

۲۶ : قرآن کریم مسلمانوں کا قانون حیات ہے۔ (قائد اعظم)

(قائد اعظم کا پیغام عید - ستمبر ۱۹۴۵ء)

”میرے پھیل چکے پیغام کے بعد سے مسلمانوں میں اپنی ذمہ داریوں کا احساس زیادہ سے زیادہ بڑھ رہا ہے۔ ہر مسلمان جانتا ہے کہ قرآنی تعلیمات محض عبادت اور اخلاقیات تک ہی محدود نہیں، بلکہ قرآن کریم سب مسلمانوں کا دین و ایمان اور قانون حیات ہے۔ یعنی مذہبی اور معاشرتی، تمدنی، تجارتی، عسکری، عدالتی اور تعزیری احکام کا

مجموعہ ہے۔ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم کو یہ حکم ہے کہ ہر مسلمان کے پاس اللہ کے کلام پاک کا ایک نسخہ ضرور ہو اور وہ اس کو بغور و خوض مطالعہ کرے تاکہ یہ اس کی انفرادی و اجتماعی ہدایت کا سبب بن جائے۔

۲۷ : اقتدار اعلیٰ کا تصور اسلامی ریاست میں — (قائد اعظم)

(ISLAMIC STATE VERSUS SECULAR STATE)

”اسلامی حکومت کے تصور کا یہ امتیاز پیش نظر رہنا چاہیے کہ اس میں اطاعت اور وفا کیسی کا مرجع خدا کی ذات ہے جس کی تعمیل کا عمل ذریعہ قرآن مجید کے احکام اور اصول ہیں۔ اسلام میں اصل نہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے، نہ پارلیمنٹ کی، نہ کسی شخص یا ادارے کی۔ قرآن کریم کے احکام ہی سیاست و معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کی حدود و قیثین کر سکتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اسلامی حکومت قرآنی احکام و اصول کی حکومت ہے۔“

(خطاب کراچی ۱۹۴۸ء)

۲۸ : پاکستان کو دنیا کے سامنے ایک منفرد اسلامی معاشی نظام پیش کرنا ہے۔ (قائد اعظم)

”میں اشتیاق اور دل چسپی سے معلوم کرتا رہوں گا کہ آپ کی ”مجلس تحقیق“ بکاری کے ایسے طریقے کیونکر وضع و اختیار کرتی ہے جو معاشرتی اور اقتصادی زندگی کے اسلامی تصورات کے مطابق ہوں۔ مغرب کے معاشی نظام نے انسانیت کے لیے ایٹھ مسائل پیدا کر دیئے ہیں اور اکثر لوگوں کی یہ رائے ہے کہ مغرب کو اس تباہی سے کوئی معجزہ ہی بچا سکتا ہے جو کہ مغرب کی وجہ سے دنیا کے سر پر منڈلا رہا ہے۔ مغربی نظام افراد انسانی کے مابین انصاف کرنے اور بین الاقوامی میدان میں آویزش اور چیلنج دہانے میں ناکام رہا ہے۔ بلکہ گزشتہ نصف صدی میں ہونے والی دو عظیم جنگوں کی ذمہ داری سراسر مغرب پر عائد ہوتی ہے۔ مغربی دنیا صنعتی قابلیت اور مشینوں کی دولت کے زبردست فوائد رکھنے کے باوجود انسانی تاریخ کے بدترین باطنی بحران میں مبتلا ہے۔ اگر ہم نے مغرب کا معاشی نظریہ اور نظام اختیار کیا تو عوام کی پرسکون خوش حالی حاصل کرنے کے اپنے نصب العین میں ہمیں کوئی مدد نہ ملے گی۔“

”اپنی تقدیر ہمیں اپنے منفرد انداز میں بنانی پڑے گی۔ ہمیں دنیا کے سامنے ایک مثالی معاشی نظام پیش کرنا ہے جو انسانی مساوات اور معاشرتی انصاف کے سچے اسلامی تصورات پر قائم ہو۔ ایسا نظام پیش کر کے گویا ہم مسلمانوں کی حیثیت میں اپنا فرض انجام دیں گے۔ انسانیت کو سچے اور صحیح امن کا پیغام دیں گے کہ صرف ایسا امن ہی بنی نوع انسان کو جنگ کی ہولناکی سے بچا سکتا ہے۔ صرف ایسا امن ہی بنی نوع انسان کی خوشی اور خوشحالی کا امن و محافظ ہو سکتا ہے۔“

(خطاب میٹجک آف پاکستان کا افتتاح - ۱۵ جولائی ۱۹۴۸ء)

ستران کریم

۱ : قرآن کے لفظی ترجمے روح قرآن سے خالی ہیں (مودودی)

=====

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب شاہ عبدالقادر صاحب شاہ رفیع الدین صاحب حضرت شیخ الہند مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے تراجم کے بارے میں مودودی صاحب فرماتے ہیں :-

” پہلی چیز جو ایک لفظی ترجمے کو پڑھتے وقت محسوس ہوتی ہے وہ روانی عبارت، زور بیان، بلاغت زبان اور تاثیر کلام کا فقدان ہے۔ قرآن کی سطروں کے نیچے آدمی کو ایک ایسی بے جان عمارت ملتی ہے جسے پڑھ کر نہ اس کی روح وجد میں آتی ہے، نہ اس کے رونگھے کھڑے ہوتے ہیں، نہ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں، نہ اس کے جذبات میں کوئی طوفان برپا ہوتا ہے، نہ اسے محسوس ہوتا ہے کہ کوئی چیز عقل و فکر کو تسخیر کرتی ہوئی قلب پر ٹکراتی ہوئی چلی جا رہی ہے، اس طرح کا کوئی تاثر رونما ہونا تو درکنار ترجمے کو پڑھتے وقت تو بسا اوقات آدمی یہ سوچتا رہ جاتا ہے کہ کیا واقعی یہی وہ کتاب ہے جس کی نظیر لانے کے لیے دنیا بھر کو چیلنج دیا گیا تھا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ لفظی ترجمے کی پھلنی صرف دوا کے خشک اجزاء ہی کو اپنے اندر سے گزرنے دیتی ہے، ہر ادب کی وہ تیز و تند اسپرٹ جو قرآن کی اصل عبارت میں بھری ہوئی ہے، اس کا کوئی حصہ ترجمے میں شامل نہیں ہونے پاتا۔ وہ پھلنی کے اوپر ہی سے اڑ جاتی ہے۔“

(تفہیم القرآن ص ۷۷)

۲ : رحمن اور رحیم کی مثال ایسی ہے جیسے سخی داتا، گورا چٹا، لمبا ترنگا۔

اسم رحمن کی کمی کو پورا کرنے کے لیے رحیم کا اضافہ کیا گیا ہے (مودودی)

=====

” انسان کا خاصہ ہے کہ جب کوئی چیز اس کی نگاہ میں بہت زیادہ ہوتی ہے تو وہ مبالغہ کے صیفوں میں اس کو

ستران کریم

۱ : قرآن کے لفظی ترجمے روح قرآن سے خالی ہیں (مودودی)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب شاہ عبدالقادر صاحب شاہ رفیع الدین صاحب حضرت شیخ الہند مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے تراجم کے بارے میں مودودی صاحب فرماتے ہیں :-

” پہلی چیز جو ایک لفظی ترجمے کو پڑھتے وقت محسوس ہوتی ہے وہ روانی عبارت، زور بیان، بلاغت زبان اور تاثیر کلام کا فقدان ہے۔ قرآن کی سطروں کے نیچے آدمی کو ایک ایسی بے جان عمارت ملتی ہے جسے پڑھ کر نہ اس کی روح وجد میں آتی ہے، نہ اس کے رونگھے کھڑے ہوتے ہیں، نہ اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں، نہ اس کے جذبات میں کوئی طوفان برپا ہوتا ہے، نہ اسے محسوس ہوتا ہے کہ کوئی چیز عقل و فکر کو تسخیر کرتی ہوئی قلب پر ٹکراتی ہوئی چلی جا رہی ہے، اس طرح کا کوئی تاثر رونما ہونا تو درکنار ترجمے کو پڑھتے وقت تو بسا اوقات آدمی یہ سوچتا رہ جاتا ہے کہ کیا واقعی یہی وہ کتاب ہے جس کی نظیر لانے کے لیے دنیا بھر کو چیلنج دیا گیا تھا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ لفظی ترجمے کی پھلنی صرف دوا کے خشک اجزاء ہی کو اپنے اندر سے گزرنے دیتی ہے، یہی ادب کی وہ تیز و تند اسپرٹ جو قرآن کی اصل عبارت میں بھری ہوئی ہے، اس کا کوئی حصہ ترجمے میں شامل نہیں ہوتا۔ وہ پھلنی کے اوپر ہی سے اڑ جاتی ہے۔“

(تفہیم القرآن ص ۷۷)

۲ : رحمن اور رحیم کی مثال ایسی ہے جیسے سخی داتا، گورا چٹا، لمبا ترنگا۔

اسم رحمن کی کمی کو پورا کرنے کے لیے رحیم کا اضافہ کیا گیا ہے (مودودی)

” انسان کا خاصہ ہے کہ جب کوئی چیز اس کی نگاہ میں بہت زیادہ ہوتی ہے تو وہ مبالغہ کے صیفوں میں اس کو

بیان کرتا ہے، اور ایک مبالغہ کا لفظ بول کر وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ اس شے کی فراوانی کا حق ادا نہیں ہوا، تو پھر وہ اسی معنی کا اور لفظ بولتا ہے تاکہ وہ کمی پوری ہو جائے جو اس کے نزدیک مبالغہ میں رہ گئی ہے۔ اللہ کی تعریف میں **رحمان** کا لفظ استعمال کرنے کے بعد پھر **رحیم** کا اضافہ کرنے میں بھی یہی نکتہ پر مشیدہ ہے۔ رحمان عربی زبان میں بڑے مبالغہ کا صیغہ ہے لیکن خدا کی رحمت اور مہربانی اپنی مخلوق پر اتنی زیادہ ہے اور اس قدر وسیع ہے، ایسی بے حد حساب ہے کہ اس کے بیان میں بڑے سے بڑا مبالغہ کا لفظ بول کر بھی جی نہیں بھرتا۔ اس لیے اس کی فراوانی کا حق ادا کرنے کے لیے پھر **رحیم** کا لفظ مزید استعمال کیا گیا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ہم کسی شخص کی فیاضی کے بیان میں سخی کا لفظ بول کر جب تشنگی محسوس کرتے ہیں تو اس پر داتا کا اضافہ کرتے ہیں۔ رنگ کی تعریف میں جب ”گورے“ کو کافی نہیں پاتے تو اس پر چٹے کا لفظ اور بڑھا دیتے ہیں۔ درازنی قد کے ذکر میں جب ”لمبا“ کہنے سے تسلی نہیں ہوتی تو اس کے بعد ”ترنگا“ بھی کہتے ہیں۔

(تفہیم القرآن ۱۱، صفحہ ۴۲)

۳ : حروف مقطعات کوئی چیتاں نہ تھیں — (مودودی)

الہم کی تشریح میں لکھتے ہیں :-

”یہ حروف مقطعات، قرآن مجید کی بعض سورتوں کے آغاز میں پائے جاتے ہیں جس زمانے میں قرآن مجید نازل ہوا ہے۔ اس دور کے اسالیب بیان میں اس طرح کے حروف مقطعات کا استعمال عام طور پر معروف تھا۔ خطیب اور شعراء دونوں اس اسلوب سے کام لیتے تھے۔ چنانچہ اب بھی کلام جاہلیت کے جو نمونے محفوظ ہیں ان میں اس کی مثالیں ہمیں ملتی ہیں۔ اس استعمال عام کی وجہ سے یہ مقطعات کوئی چیتاں نہ تھیں جس کو بولنے والے کے سوا کوئی نہ سمجھتا ہو بلکہ سامعین بالعموم جانتے تھے کہ ان سے کیا مراد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کے خلاف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم عصر مخالفین میں سے کسی نے بھی یہ اعتراض نہیں کیا کہ یہ بے معنی حروف کیسے ہیں جو تم بعض سورتوں کی ابتدا میں بولتے ہو اور یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام سے بھی ایسی کوئی روایت منقول نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے معنی پوچھے ہوں۔ بعد میں نیزا مطلوب عربی زبان میں متروک ہوتا چلا گیا اور اس بناء پر مفسرین کے لیے ان کے معنی متعین کرنا مشکل ہو گیا۔“

(تفہیم القرآن جلد ۴۹)

۴ : سجدہ ملائکہ سے مراد تمغیہ ملائکہ ہے — (مودودی)

”فَسَجَدُوا لِآلِإِبْلِيسَ کی تفسیر میں سجدہ ملائکہ سے دنیا کی آئندہ زندگی میں نوع انسان کے لیے فرشتوں کا مسخر ہونا مراد لیا ہے۔“

(تفہیم القرآن صفحہ ۶۵)

۹ : قرآن کی تعلیم تفسیر و حدیث کے پُرانے ذخیروں سے نہیں ہونی چاہیے (مؤدبی)

”قرآن اور سنت رسول کی تعلیم سب پر مقدم ہے۔ مگر تفسیر و حدیث کے پُرانے ذخیروں سے نہیں۔ اُن کے پڑھانے والے ایسے ہونے چاہیے جو قرآن اور سنت کے مغز کو پانچے ہیں۔“

(تفہیمات ص ۱۳۴، ترجمان القرآن ۷ جون ۱۹۳۹ء)

۱۰ : شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ قرآن

”تمام ہندوستان کے علماء اس بات پر متفق ہیں کہ شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ قرآن الہامی ہے۔ مولانا محمد قاسم صاحب (ربانی دارالعلوم دیوبند) فرماتے تھے کہ اگر قرآن اردو زبان میں نازل ہوتا تو شاہ عبدالقادر صاحب کے ترجمے کے ٹکڑے کے ٹکڑے فائدہ مند ہوتے۔ حضرت شیخ الہندؒ نے شاہ صاحب کے ترجمہ کی تعریف اپنے ترجمہ کے مقدمہ میں لکھی ہے۔ شیخ الہندؒ نے شاہ صاحب کے ترجمہ کی جو خوبیاں اور باریکیاں بیان کی ہیں وہ قابل دید ہیں۔ حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے مقدمہ میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ میں نے قرآن کا نیا ترجمہ نہیں کیا ہے بلکہ شاہ صاحب ہی کے ترجمہ کو دورِ حاضرہ کی زبان میں پیش کیا ہے تاکہ مردِ زمانہ کی وجہ سے جو الفاظ متروک ہو گئے ہیں اُن کو بہانہ بنا کر لوگ اس بیش قیمت ترجمہ سے استفادہ کرنے سے اعراض نہ کرنے لگیں۔ اہل فہم پر شاہ صاحب کے ترجمہ کے حقائق و دقائق بلفظ کھلے ہیں لیکن ایک کدِ باطن کو وہ ترجمہ بے جان اور بے رُوح ہی معلوم ہو گا۔“

(مؤلف)

۱۱ : اللہ کی صفات اور اسماء میں الحاد — (علامہ عثمانیؒ)

وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْهُ بِهَا وَذُرُّ الدِّیْنَ مِلْحِدُوْنَ فِیْ اَسْمَائِہٖ
سَیُجِدُوْنَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ

ترجمہ : اور اللہ کے لیے میں سب نام اچھے، سو اُس کو پکارو وہی نام کہہ کر، اور چھوڑ دو اُن کو جو کج راہ چلتے ہیں اس کے ناموں میں وہ بھلا پارہیں گے اپنے کئے کا۔ (حضرت شیخ الہندؒ)

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :-

”غافلین کا حال ذکر کر کے مؤمنین کو متنبہ فرمایا ہے کہ تم غفلت اختیار نہ کرنا۔ غفلت دُور کرنے والی چیز خدا کی یاد ہے۔ سو تم ہمیشہ اُس کو اچھے ناموں سے پکارو اور اچھی صفات سے یاد کرو۔ جو لوگ اس کے اسماء و صفات کے بارے میں کج روش اختیار کرتے ہیں انہیں چھوڑ دو۔ جیسا کریں گے ویسا بھگتیں گے۔ خدا کے ناموں اور

صفتوں کے متعلق کچھ رومی یہ ہے کہ خدا پر ایسے نام یا صفت کا اطلاق کرے جس کی شریعت نے اجازت نہیں دی اور جو حق تعالیٰ کی تعظیم اور جلال کے لائق نہیں۔ یا اس کے مخصوص نام اور صفت کا اطلاق غیر اللہ پر کرے یا ان کے معانی بیان کرنے میں بے اصول تاویل اور کھینچ تان کرے۔ یا ان کو معصیت (مثلاً سحر وغیرہ) کے مواقع میں استعمال کرنے لگے۔ یہ سب الحاد فی الاسماء کی شکلیں ہیں۔

اسی آیت کے حاشیہ میں شاہ عبدالقادر صاحب فرماتے ہیں کہ جو وصف نہیں بتائے وہ کہے جیسے اللہ کو بڑا کہا لمبا نہیں کہا یا قدیم کہا پرانا نہیں کہا۔

۱۲ : حروف مقطعات اسرار لدنی کے بحر متواج ہیں (حضرت مجدد العثمانی امام ربانی)

”یہ فقیر قرآن مجید کے حروف مقطعات کی نسبت کیا لکھے۔ کیونکہ ان حروف میں سے ہر ایک حرف عاشق و معشوق کے پورے شیدہ اسرار کا ایک بحر متواج ہے اور محب و محبوب کے دقیق اور باریک رازوں اور رموز کی ایک پوشیدہ رمز ہے۔“ (مکتوب ۲۷، صفحہ ۵۷، از مکتوبات امام ربانی)

”یہ اسرار حروف مقطعات کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں جو قرآن کی آیات تشابہات میں سے ہیں جن کی تاویل علماء راہنہین کو اطلاع دی ہے۔“

لَا دُوَّ حَظِّیْ اَسْتَ مَرْبِّیْ مَا ۞ بِمَجْوَافِ رَبِّ حَبِیْبِ حَسْبَا
لَا مَرْبِّیْ خَلِیْلِ اللّٰہِ اَسْتَ ۞ مِیْمِ زَنْدِیْرِ کَلِیْمِ اللّٰہِ اَسْتَ

حضرت کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کاروبار کا مبداء الف کی حقیقت ہے اور اس حقیر کے معاملہ کا مبداء بھی تبیینیت و وراثت کے طور پر یہی الف کی حقیقت ہے، لیکن حضرت کلیم اللہ کی بازگشت میم کی حقیقت کی طرف ہے۔

اور حضرت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے کاروبار کا مبداء وہ حقیقت جو الف کی حقیقت سے برتر ہے اور ایسے ہی حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبداء وہی حقیقت فوقانی ہے۔

(مکتوب ۳، صفحہ ۱۲، ۱۵، - مکتوبات امام ربانی دفتر اول)

۱۳ : تفسیر بالرائے حرام ہے

تفسیر وہی مقبول ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرامؓ، تابعینؓ، تبع تابعینؓ اور ائمہ ہدئیؓ و مفسرین حقؓ نے روایت کی ہے۔ تفسیر میں اپنی رائے کا دخل نہ چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تفسیر بالرائے کرنے والے کو جہنمی ٹھہرایا ہے۔

من قال فی القرآن بغير علم (دو فی رعایۃ) ۱
برائۃ فلیتلقا مقعدہ فی النار۔ ۲

جس نے قرآن کی تفسیر میں علم کے بغیر اپنی رائے سے کچھ بیان کیا تو اسے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنانا چاہیے۔

توحید و رسالت

(۱) : حکومت کے بغیر عقائد لایعنی اور بیکار ہیں — (مودودی)

” اس کے بعد تمدن کی تفصیلی صورت جو اس بنیاد پر بنتی ہے اس کا سارا نقشہ دنیا کے دوسرے نقشوں سے بدلا ہوا ہوتا ہے۔ طہارت، لباس، خوراک، طرز زندگی، آداب و اطوار، شخصی کردار، کسب معاش، صرف دولت از دوامی زندگی، خاندانی زندگی، معاشرتی رسوم، مجلسی طریقے، انسان اور انسان کے تعلق کی مختلف شکلیں لیکن دین کے معاملات، دولت کی تقسیم، مملکت کا انتظام، قانون کے اصول، تفصیلی ضوابط کا اصول سے استنباط، عدالت، پولیس، احتساب، مالگزاری، فینانس، امور نافعہ (PUBLIC WORKS)، صنعت و تجارت، خبر رسائی، تعلیمات اور دوسرے محکموں کی پالیسی، فوج کی تربیت و تنظیم، جنگ و صلح کے معاملات اس تمدن کا طور و طریق اپنی ایک مستقل شان رکھتا تھا۔ اور ہر ہر جزو میں ایک واضح خط امتیاز اس کو دوسرے تمدنوں سے الگ کرتا ہے۔ اس کی ہر چیز میں اقل سے آخر تک ایک خاص نقطہ نظر، ایک خاص مقصد اور ایک خاص افق روئیہ کارفرما ہوتا ہے جس کا براہ راست تعلق خدا سے واحد کی حاکمیت مطلقہ اور انسان کی محکومیت، مسؤلیت اور دنیا کے بجائے آخرت کی مقصودیت سے جڑا ہوا ہوتا ہے۔“

اسی تہذیب اور تمدن کو دنیا میں قائم کرنے کے لیے انبیاء علیہم السلام بے پے پے بھیجے گئے تھے۔
 ” راہبانی تہذیب کو مستثنیٰ کر کے ہر وہ تہذیب جو دنیا کی زندگی کے متعلق ایک جامع نظریہ اور کاروبار دنیا کو چلانے کے لیے ایک ہمہ گیر طریقہ رکھتی ہو، قطع نظر اس سے کہ وہ جاہلیت کی تہذیب ہو یا اسلام کی طبعاً اس بات کی طالب ہوتی ہے کہ حاکمانہ اختیارات پر قبضہ کرے، زمام حکومت کو اپنے ہاتھ میں لے اور زندگی کا نقشہ اپنے طرز پر بنائے۔ حکومت کے بغیر کسی ضابطہ و نظریہ کو پیش کرنا یا اس کا معتقد ہونا محض بے معنی ہے۔ راہب تو دنیا کے معاملات کو چلانا ہی نہیں چاہتا بلکہ ایک خاص قسم کے سلسلے سے اپنی خیالی نجات کی منزل تک باہر ہی باہر پہنچ جانے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔ اس لیے نہ اس کو حکومت کی حاجت نہ طلب، مگر جو دنیا کے معاملات ہی کو چلانے کا ایک خاص

ڈھنگ لے کر اٹھے اور اسی ڈھنگ کی پیروی میں انسان کی فلاح اور نجات کا معتقد ہو، اس کے لیے تو بیخبر اس کے کوئی چارہ ہی نہیں کہ اقتدار کی کنجیوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کرے، کیونکہ جب تک وہ اپنے نقشہ پر عمل درآمد کرنے کی طاقت حاصل نہ کر لے اس کا نقشہ واقعات کی دنیا میں قائم نہیں ہو سکتا۔ بلکہ کافد پر اور ذہنوں میں بھی زیادہ عرصہ تک باقی نہیں رہ سکتا۔ جس تہذیب کے ہاتھ میں زمام کار ہوتی ہے۔ دنیا کا سارا کاروبار اسی کے نقشہ پر چلتا ہے، وہی علوم و افکار اور فنون و آداب کی رہنمائی کرتی ہے، وہی اخلاق کے سانچے بناتی ہے، وہی تعلیم و تربیت عام کا انتظام کرتی ہے۔ اسی کے قوانین پر سارا نظام تمدن مبنی ہوتا ہے اور اسی کی پالیسی ہر شعبہ زندگی میں کارفرما ہوتی ہے۔ اس طرح کی زندگی میں کس بھی اس تہذیب کے لیے کوئی جگہ نہیں ہوتی جو اپنی حکومت نہ رکھتی ہو۔“

(تجدید و احیائے دین۔ اشاعت ہشتم جون ۱۹۶۳ء صفحہ ۳۱، ۳۲، ۳۳)

۲ : مراتب انبیاء حکومت الہیہ کے قیام پر موقوف ہیں
نبوت کا مہتمم مقصود حکومت الہیہ کا قیام ہے
(مودودی)۔

”پس دنیا کے انبیاء علیہم السلام کے مشن کا مہتمم مقصود یہ رہا ہے کہ حکومت الہیہ قائم کر کے اس پورے نظام زندگی کو نافذ کریں جو وہ خدا کی طرف سے لائے تھے وہ اہل جاہلیت کو یہ حق دینے کے لیے تیار تھے کہ اگر چاہیں تو اپنے جاہلی اعتقادات پر قائم رہیں اور جس حد کے اندر ان کے عمل کا اثر ان ہی کی ذات تک محدود رہتا ہے، اس میں اپنے جاہلی طریقوں پر چلتے رہیں مگر وہ انہیں یہ حق دینے کے لیے تیار نہ تھے اور فطرتاً نہ دے سکتے تھے کہ اقتدار کی دنیا ان کے ہاتھ میں رہیں اور وہ انسانی زندگی کے معاملات کو طاقت کے زور سے جاہلیت کے قوانین پر چلائیں۔ اسی وجہ سے تمام انبیاء نے سیاسی انقلاب برپا کرنے کی کوشش کی۔ بعض کی مسمیٰ صرف زمین تیار کرنے کی حد تک رہیں جیسے ابراہیم علیہ السلام۔ بعض نے انقلابی تحریک عملاً شروع کر دی۔ مگر حکومت الہیہ قائم کرنے سے پہلے ان کا کام ختم ہو گیا، جیسے حضرت مسیحؑ۔ اور بعض نے اس تحریک کو کامیابی کی منزل تک پہنچا دیا۔ جیسے حضرت یوسفؑ، حضرت موسیٰؑ اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔“

(تجدید و احیائے دین۔ اشاعت ہشتم جون ۱۹۶۳ء صفحہ ۳۴)

نوٹ : ان اقتباسات کو پڑھتے وقت ناظرین اوراق مقاصد بشت کی آیت
هو اذی بعث فی الاممیین الخ اور آیت استخلاف وعد اللہ الذین آمنوا منکم
وعملوا الصالحات الخ ذہن میں رکھیں۔ (مؤلف)

۳ : عصمت انبیاء در اصل انبیاء کے لوازم ذات سے نہیں ہے
اللہ تعالیٰ نے بالارادہ ہر نبی سے غلطی کرائی ہے۔

(مودودی)

”لیکن ان حضرات نے شاید اس امر پر غور نہیں کیا کہ عصمت در اصل انبیاء کے لوازم ذات سے نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو منصب نبوت کی ذمہ داریاں صبح طور پر استعمال کرنے کے لیے مصلحتہ خطاؤں اور لغزشوں سے محفوظ فرمایا ہے، ورنہ اگر اللہ کی حفاظت تھوڑی دیر کے لیے بھی ان سے منہک ہو جائے تو جس طرح عام انسانوں سے بھول چوک اور غلطی ہوتی ہے اسی طرح انبیاء سے بھی ہو سکتی ہے اور یہ ایک لطیف نکتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بالارادہ ہر نبی سے کسی وقت اپنی حفاظت اٹھا کر ایک دو لغزشیں ہو جانے دی ہیں تاکہ لوگ انبیاء کو خدا نہ سمجھیں اور جان لیں کہ یہ بھی بشر ہیں۔“

(تفہیمات جلد ثانی ص ۴)

۴ : انبیاء کو سزا بھی دی جاتی تھی — (مودودی)

”چہارم یہ کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب اور مقبول بارگاہ ہونے کے باوجود اور اس کی طرف سے بڑی بڑی حیرت انگیز طاقتیں پانے کے باوجود تھے تو وہ بندہ اور بشر ہی۔ الوہیت ان میں سے کسی کو حاصل نہ تھی۔ رائے اور فیصلہ کی غلطی بھی کرتے تھے، بیمار بھی ہوتے تھے، آزمائشوں میں بھی ڈالے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ قصور بھی ان سے ہو جاتے تھے اور انہیں سزا تک دی جاتی تھی۔“

(ترجمان القرآن صفحہ ۱۵، مئی ۱۹۵۵ء)

۵ : نبی کا علم نبوت سے پہلے عام انسانوں کی طرح ہوتا ہے۔ (مودودی)

”قرآن مجید ہمیں بتاتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام وحی آنے سے پہلے جو علم رکھتے تھے اس کی نوعیت عام انسانی علوم سے کچھ بھی مختلف نہ تھی۔ ان کے پاس نزول وحی سے پہلے کوئی ایسا ذریعہ علم نہ ہوتا تھا جو دوسرے لوگوں کو حاصل نہ ہو، چنانچہ فرمایا: ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان الایۃ (مشوخی) ”تم کچھ نہ جانتے تھے کہ کتاب کیا ہوتی تھی اور ایمان کیا ہوتا ہے۔“

ووجدک ضالاً فہدیٰ آلایہ — ”اور اللہ نے تم کو واقف راہ پایا۔ پھر

تمہیں راہ بتایا۔“

۶ : حضرت آدمؑ کو نفس کے حوالے کر دیا گیا - (مودودی)

”گمان کرنے کے لیے کوئی معقول وجہ موجود نہیں کہ شجر ممنوعہ کا چکھتے ہی آدم و حوا کے سر کھل جانا اس درخت کی کسی خاصیت کا نتیجہ تھا۔ درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے سوا کسی اور چیز کا نتیجہ نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے ان کا ستر اپنے انتظام سے ڈھانکا تھا۔ جب انہوں نے حکم کی خلاف ورزی کی تو خدا کی حفاظت ان سے ہٹا لی گئی۔ ان کا پردہ کھول دیا گیا اور انہیں خود ان کے نفس کے حوالے کر دیا گیا کہ اپنی پردہ پوشی کا انتظام خود کریں اگر اس کی ضرورت سمجھتے ہیں اور اگر ضرورت نہ سمجھیں یا اس کے لیے سعی نہ کریں تو خدا کو اس کی کچھ پروا نہیں کہ وہ کس حال میں پھرتے ہیں۔“

(تفہیم القرآن ۲، صفحہ ۱۲)

۷ : حضرت آدمؑ کو مودودی صاحب ملٹن اور مارٹن لوٹھر کی طرح پیش کیا ہے

(الف) ”علاوہ ازیں اگر موقع محل اور سیاق و سباق کی مناسبت کو دیکھا جائے تو صاف محسوس ہوتا ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پوزیشن صاف کرنے کے لیے یہ قطعہ نہیں بیان کیا ہے بلکہ یہ بتانا چاہتا ہے کہ وہ بشری کمزوری کیا تھی جس کا صدور ان سے ہوا اور جس کی بدولت صرف وہی نہیں بلکہ ان کی اولاد بھی اللہ تعالیٰ کی بیشکی تنبیہات کے باوجود اپنے دشمن کے چنبدے میں پھنسی اور پھنستی جا رہی ہے۔“

”مگر اس عہدہ پر مستقل تقرر ہونے سے پہلے امتحان لینا ضروری سمجھا گیا تاکہ اُمیدوار کی صلاحیتوں کا حال کھل جائے اور یہ ظاہر ہو جائے کہ اس کی کمزوریاں کیا ہیں اور خوبیاں کیا۔ چنانچہ امتحان لیا گیا اور جو بات کھلی وہ یہ تھی کہ یہ اُمیدوار تحریص اور اطلاع کے اثر میں آکر پھسل جاتا، اطاعت کے عزم پر مضبوطی سے قائم نہیں رہتا اور اس کے علم پر نسیان غالب آجاتا ہے اس امتحان کے بعد آدمؑ اور ان کی اولاد کو مستقل خلافت پر مامور کرنے کے بجائے زراعت خلافت دی گئی اور آزمائش کے لیے ایک مدت (اجل جس کا اختتام قیامت پر ہوگا) مقرر کر دی گئی۔ اس آزمائش کے دور میں اُمیدواروں کے لیے معیشت کا سرکاری انتظام ختم کر دیا گیا اب اپنی معاش کا انتظام انہیں خود کرنا ہے۔ البتہ زمین اور اس کی مخلوقات پر ان کے اختیارات برقرار ہیں۔“

(ترجمان القرآن ص ۱۳، مئی ۱۹۵۵ء)

(ب) ”اس فقرے کا دوبارہ اعادہ معنی خیز ہے۔ اوپر کے فقرے میں یہ بتایا گیا ہے کہ آدمؑ نے توبہ کی اور اللہ نے قبول کر لی۔ اس کے معنی یہ ہونے کہ آدمؑ اپنی نافرمانی پر عذاب کے مستحق نہ رہے۔ گناہ گاری کا جو داغ ان کے دامن پر لگ گیا تھا وہ وجود الایکب۔ نہ یہ داغ ان کے دامن پر اور نہ ان کی نسل کے دامن پر اور نہ اس کی ضرورت پیش آتی

کہ معاذ اللہ! خدا کو اپنا اکلوتا بیٹھ کر نوع انسانی کا کفارہ ادا کرنے کے لیے سولی پر چڑھوانا پڑتا۔ برعکس اس کے اللہ نے آدم علیہ السلام کی توبہ ہی قبول کرنے پر اکتفا نہ فرمایا بلکہ اس کے بعد انھیں نبوت سے بھی سرفراز کیا تاکہ وہ اپنی نسل کو سیدھا راستہ بتا کر جائیں۔“
(تفہیم القرآن جلد ۱، ص ۵۷)

۸ : حضرت نوحؑ میں جاہلیت کا جذبہ — (مودودی)

”لیکن جب اللہ تعالیٰ انہیں متنبہ فرماتا ہے کہ جس بیٹے نے حق کو چھوڑ کر باطل کا ساتھ دیا اُس کو محض اس لیے اپنا سمجھنا کہ وہ تمہاری صلب سے پیدا ہوا ہے محض ایک جاہلیت کا جذبہ ہے، تو وہ اپنے دل کے زخم سے بے پروا ہو کر اُس فکر کی طرف پلٹ آئے جو اسلام کا مقتضی ہے۔“
(تفہیم القرآن، جلد ۲، ۱۹۶۴ء، ص ۳۴۴)

۹ : حضرت ابراہیمؑ سے شرک کا ارتکاب — (مودودی)

”اس سلسلہ میں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تارے کو دیکھ کر کہا یہ میرا رب ہے اور جب چاند سورج کو دیکھ کر انہیں اپنا رب کہا تو کیا وہ اس وقت عارضی طور پر ہی ہستی شرک میں مبتلا نہ ہو گئے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ طالب حق اپنی جستجو کی راہ میں سفر کرتے ہوئے بیچ کی منزلوں میں غور و فکر کے لیے ٹھہرتا ہے۔ اصل اعتبار ان منزلوں کا نہیں ہوتا۔ بلکہ اصل اعتبار اس سمت کا ہوتا ہے جس پر وہ پیش قدمی کر رہا ہے اور اس آخری منزل کا مقام ہوتا ہے جہاں پہنچ کر وہ قیام کرتا ہے۔ بیچ کی منزلیں ہر جویائے حق کے لیے ناگزیر ہیں۔“
(تفہیم القرآن ص ۵۵۵)

نوٹ ۱: آخری جہد کی زد میں تمام انبیاء آگئے (مؤلف)

نوٹ ۲: مودودی سے جو کہے تو قرآن سے یہ آیت ہی نکلا دیں، وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ •

Note for page No. 30

مذروع کرتا ہوں انسان کی پہلی نافرمانی سے
کھانا اُس شجر ممنوعہ کا
جو لایا انسان کو اس دُنیا میں
(ملن - پیرے ڈائریکٹ)

Of man's first disobedience the eating
of that forbidden tree that brought
man unto this world,

(Milton—Paradise Lost)

۱۰ : بعثت سے پہلے علوم انبیاء آثار کائنات سے متعلق ہوتے ہیں۔ (مودودی)

”سورہ انعام کی آیت فلما جن علیہ الیل را کو کب کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ یہاں ابراہیم علیہ السلام کے ابتدائی تفکر کی کیفیت بیان کی گئی ہے جو منصب نبوت پر سرفراز ہونے سے پہلے ان کے لیے حقیقت تک پہنچنے کا ذریعہ بنا۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ ایک صحیح الدماغ اور سلیم النظر انسان جس نے سراسر شرک کے ماحول میں اٹھیں کھولی تھیں اور جسے قہید کی تعلیم کہیں سے حاصل نہ ہو سکتی تھی کس طرح آثار کائنات کا مشاہدہ کر کے اور ان پر غور و فکر اور ان سے صحیح استدلال کر کے امر حق معلوم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔“
(تفہیم القرآن سورہ انعام ج ۱، ص ۵۵)

۱۱ : رسول اللہ کی معرفت توحید بھی آثار کائنات کی اسٹڈی سے متعلق تھی (مودودی)

سورہ ہود رکوع ۱ کی آیت اذن کان علیٰ بیتینہ من ربہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں :
”اس ارشاد سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نزول قرآن سے پہلے ایمان بالغیب کی منزل سے گزر چکے تھے جس طرح سورہ انعام میں حضرت ابراہیمؑ کے متعلق بتایا گیا ہے کہ ہر نبی ہونے سے قبل آثار کائنات کے مشاہدہ سے وہ توحید کی معرفت حاصل کر چکے تھے۔ اسی طرح یہ آیت صاف بتا رہی ہے کہ نبی نے بھی غور و فکر سے اس حقیقت کو پایا تھا اور اس کے بعد قرآن نے اگر اس کی نہ صرف تصدیق و توثیق کی بلکہ آپ کو حقیقت کا براہ راست علم بھی عطا کر دیا۔“
(تفہیم القرآن ج ۲، ص ۳۳)

۱۲ : سرور انبیاء اور انبیاء کے علوم بعثت سے پہلے محض کسی ہوتے ہیں۔ (مودودی)

”اس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ وحی کے ذریعہ سے حقیقت کا براہ راست علم پانے سے پہلے انبیاء علیہم السلام مشاہدہ اور غور و فکر کی فطری قابیلیتوں کو صحیح طریقہ پر استعمال کر کے (جیسے آدمؑ کی آیت میں بیتینہ من ربہ سے تعبیر کیا گیا ہے) توحید و معاد کی حقیقتوں تک پہنچتے تھے اور ان کی رسائی وہی نہیں کسی ہوتی تھی۔“
(درسات و مسائل صفحہ ۱۱۱)

نوٹ : پیر رگرات ۵ اور ۷ میں تضاد معنی ہے (مؤلف) (نوٹ) آثار کائنات اور تخلیق کائنات میں فرق ہے (مؤلف)

Note: (a) Science is an approach to truth through observation and experimentation of آثار کائنات

(b) Philosophy is an approach to truth through meditation and speculation of (آثار کائنات)

۱۳ : بسا اوقات پیغمبروں تک کو نفس شیریں کی رہبری کے خطرے پیش آتے ہیں (مودودی)

”اور تو اور بسا اوقات پیغمبروں تک کو اس نفس شیریں کی رہبری کے خطرے پیش آتے ہیں، چنانچہ داؤد علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کو ایک موقع پر تنبیہ کی گئی ہے کہ :

(صودہ ص ۶۷) ”ہوامے نفس کی پیروی نہ کرنا ورنہ یہ تمہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی۔“

(تفہیم القرآن ج ۱ ص ۱۹ طبع عجم)

۱۴ : حضرت موسیٰؑ سے ایک بہت بڑا گناہ ہو گیا تھا

بنوت سے پہلے جب راہ ہدایت ان پر نہ کھلی تھی (مودودی)

”نبی ہونے سے پہلے تو کسی نبی کو وہ مصمت حاصل نہیں ہوتی جو نبی ہونے کے بعد دُعا کرتی ہے۔ نبی ہونے سے پہلے تو حضرت موسیٰؑ سے بھی ایک بہت بڑا گناہ ہو گیا تھا۔ انہوں نے ایک انسان کو قتل کر دیا تھا؛ چنانچہ جب فرعون نے اُن کو اس فعل پر ملامت کی تو انہوں نے بھرے دربار میں اس بات کا اقرار کیا۔ یعنی یہ فعل گھمے اس وقت سرزد ہوا جب راہ ہدایت مجھ پر نہ کھلی تھی۔“

درساں و مسائل ص ۳۱ مطبوعہ بار دوم ۱۹۵۵ء و (ترجمان القرآن مئی، جون، جولائی تا اکتوبر ۱۹۴۴ء)

۱۵ : حضرت موسیٰؑ — ایک جلد باز فاتح — A HASTY VICTOR (مودودی)

آیت : عَجَلْتُ إِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضَىٰ کے تحت حضرت موسیٰؑ علیہ السلام کے متعلق لکھتے ہیں :

”ان کی مثال اس جلد باز فاتح کی سی ہے جو اپنے اقتدار کا استحکام کئے بغیر مارچ کرتا ہوا چلا جائے اور پہلے جنگل کی آگ کی طرح منضوحہ علاقہ میں بغاوت پھیل جائے۔“

(رسالہ ترجمان القرآن، جلد ۲۹، عدد ۴۴ ص ۵۶)

نوٹ : آئینہ کائنات اور حکومت الشہداء والدین میں بہت فرق ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کو اس کائنات کے اصول و کلیات پر مطلع کیا گیا۔ مودودی نے آئینہ کائنات کو انبیاء کی جولانگاہ بتایا ہے حالانکہ آئینہ کائنات تو پہلا قدم ہے۔ لیکن حقیقت تحقیقات آئینہ سب سے پہلے گزرتے ہیں اُن کے بعد تحقیقات افعالیہ، تعلیقات صفاتیہ اور شیعوں ذاتیہ سے واسطہ پڑتا ہے پھر تعلیقات ذاتیہ انبیاء کی سیراحول میں اور غیر انبیاء کی سیرظلال میں واقع ہوتی ہے۔ فلا محذور اور سائنسدانوں کی جولانگاہ صرف علم کی جولانگاہ بھی ہی آئینہ ہیں۔

۱۴ : حضرت یونسؑ سے فرضیہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی ہو گئی تھی

ان کی قوم کا عذاب ان کی کوتاہیوں کی وجہ سے ٹلا (مودودی)

”تاہم قرآن کے ارشادات اور صحیفہ یونسؑ کی تفصیلات پر غور کرنے سے اتنی بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ حضرت یونسؑ سے فرضیہ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہو گئی تھیں اور غالباً انہوں نے بے صبر ہو کر قبل از وقت اپنا مستقر بھی چھوڑ دیا تھا اس لیے جب آسمان عذاب دیکھ کر آشوریوں نے قہر و استغفار کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کر دیا۔ پس جب نبی ادائے رسالت میں کوتاہی کرے گا اور اللہ کے مقرر کردہ وقت سے پہلے بطور خود اپنی جگہ سے ہٹ گیا تو اللہ تعالیٰ کے انصاف نے اس قوم کو عذاب دینا گوارا نہ کیا۔ کیونکہ اس پر اتمام حجت کی تلافی شرائط پوری نہیں ہوئی تھیں۔“ (تفہیم القرآن جلد ۲، سورہ یونس، حاشیہ ص ۳۱۴، ۳۱۵)

۱۵ : حضورؐ دجال کے بارے میں شک میں مبتلا تھے

تایخ نے حضورؐ کا اندیشہ غلط ثابت کر دیا (مودودی)

”دجال کے متعلق متنبی احادیث نبیؐ سے مروی ہیں ان کے مضمون پر مجموعی نظر ڈالنے سے یہ بات صاف واضح ہو جاتی ہے کہ حضورؐ کو اللہ کی طرف سے اس معاملہ میں جو علم ملا تھا وہ صرف اس حد تک تھا کہ بڑا دجال ظاہر ہونے والا ہے اس کی یہ اور یہ صفات ہوں گی اور وہ ان خصوصیات کا حامل ہوگا، لیکن یہ آپؐ کو نہیں بتایا گیا کہ وہ کب ظاہر ہوگا۔ کہاں ظاہر ہوگا اور یہ کہ وہ آیا آپؐ کے عہد میں پیدا ہو چکا ہے یا آپؐ کے بعد کسی بعید زمانہ میں پیدا ہونے والا ہے۔ ان امور سے متعلق جو مختلف باتیں حضورؐ سے احادیث میں منقول ہیں۔ وہ دراصل آپؐ کی قیاسات میں جن کے بارے میں آپؐ خود شک میں تھے۔ یہ تردد اقل تو خود ظاہر کرتا ہے کہ یہ باتیں آپؐ نے علم وحی کی بناء پر نہیں فرمائی تھیں بلکہ اپنے گمان کے مطابق فرمائی تھیں۔ اور آپؐ کا گمان وہ چیز نہیں جس کے صحیح نہ ثابت ہونے سے آپؐ کی نبوت پر کوئی حرف آتا ہو۔ حضورؐ کو اپنے زمانہ میں یہ اندیشہ تھا کہ شاید دجال آپؐ کے عہد میں ظاہر ہو جائے یا آپؐ کے بعد کسی قریبی زمانہ میں ظاہر ہو، لیکن کیا سارے تیرہ سو برس کی تاریخ نے یہ ثابت نہیں کر دیا کہ حضورؐ کا یہ اندیشہ صحیح نہ تھا۔“ (ترجمان القرآن فروری ۱۹۶۶ء)

۱۸ : انبیاءؑ لیڈروں کی حیثیت میں سرورِ انبیاءؑ لیڈر کی حیثیت میں (مودودی)

دو۔ ”اسلامی تحریک کے تمام لیڈروں میں ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ تنہا لیڈر ہیں جن کی زندگی میں ہم کو

اس تحریک کی ابتدائی دعوت سے لے کر اسلامی اسٹیٹ کے قیام تک اور پھر قیام کے بعد اس اسٹیٹ کی شکل و دستور داخلی و خارجی پالیسی اور نظم مملکت کے پہنچنے تک ایک ایک مرحلہ اور ایک ایک پہلو کی پوری تفصیلات اور نہایت مستند تفصیلات ملتی ہیں۔“

(دب) ”اس دوران میں تحریک کے لیڈر نے اپنی شخصی زندگی سے اپنی تحریک کے اصول کا اور ہر اُس چیز کا جس کے لیے یہ تحریک اُٹھی تھی پورا پورا مظاہرہ کیا۔“

(ج) ”مگر جس لیڈر کو اللہ نے رہنمائی کے لیے مقرر کیا تھا اُس نے دُنیا کے اور خود اپنے ملک کے اُن بہت سے مسائل میں سے کسی ایک مسئلہ کی طرف توجہ بھی نہ دی بلکہ دعوتِ اس چیز کی طرف دی کہ خدا کے سوا تمام اللہوں کو چھوڑ دو۔ اور صرف اسی ایک اللہ کی بندگی قبول کرو۔“ (اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے ص ۲۲۴، ۲۲۵)

۱۹ : رسولِ خدا کے علاوہ کوئی انسان معیارِ حق نہیں ہے (مودودی)

یعنی انبیاء بھی معیارِ حق نہیں ہیں (مؤلف)

”رسولِ خدا کے سوا کسی انسان کو معیارِ حق نہ بنائیے کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے۔ کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو۔ ہر ایک کو خدا کے بتائے ہوئے اسی معیارِ کامل پر جانچے اور پرکھے اور جو اس کے لحاظ سے جس درجہ میں ہو اسی درجہ میں رکھتے۔“ (دستورِ جماعتِ اسلامی پاکستان ص ۱)

۲۰ : اس امت میں کوئی مجددِ کامل پیدا نہیں ہوا (مودودی)

یعنی ختمِ نبوت پر اعتراض ہے (مؤلف)

”تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اب تک کوئی عہدِ کامل پیدا نہیں ہوا ہے۔ قریب تھا کہ عمر ابن عبد العزیز اس منصب پر فائز ہوتے مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔“

(تجدیدِ دُعا حیا نئے دین۔ اشاعتِ ہشتم جون ۶۲ء صفحہ ۴۹)

یعنی نوٹ : سید المرسلین کی امت اور کاملین سے خالی ؛ اس کے معنی یہ ہوئے کہ ختمِ نبوت کر کے اس امت پر ظلم کیا گیا کہ کاملین سے محروم کر دیا گیا اور یہ امت گمراہی میں پڑ گئی حالانکہ پچھلی امتوں میں پے در پے انبیاء اُن کی ہدایت کے لیے اُٹھائے گئے۔ پس یہ کہنا کہ اس امت میں کوئی کامل نہیں ہوا۔ دراصل ختمِ نبوت پر اعتراض ہے اور بارگاہِ احدیت کی شان میں گستاخی ہے (مؤلف)

اس تحریک کی ابتدائی دعوت سے لے کر اسلامی اسٹیٹ کے قیام تک اور پھر قیام کے بعد اس اسٹیٹ کی شکل و دستور داخلی و خارجی پالیسی اور نظم مملکت کے پہنچنے تک ایک ایک مرحلہ اور ایک ایک پہلو کی پوری تفصیلات اور نہایت مستند تفصیلات ملتی ہیں۔“

(دب) ”اس دوران میں تحریک کے لیڈر نے اپنی شخصی زندگی سے اپنی تحریک کے اصول کا اور ہر اُس چیز کا جس کے لیے یہ تحریک اُٹھی تھی پورا پورا مظاہرہ کیا۔“

(ج) ”مگر جس لیڈر کو اللہ نے رہنمائی کے لیے مقرر کیا تھا اُس نے دُنیا کے اور خود اپنے ملک کے اُن بہت سے مسائل میں سے کسی ایک مسئلہ کی طرف توجہ بھی نہ دی بلکہ دعوتِ اس چیز کی طرف دی کہ خدا کے سوا تمام اللہوں کو چھوڑ دو۔ اور صرف اسی ایک اللہ کی بندگی قبول کرو۔“ (اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے ص ۲۲۴، ۲۲۵)

۱۹ : رسولِ خدا کے علاوہ کوئی انسان معیارِ حق نہیں ہے (مودودی)

یعنی انبیاء بھی معیارِ حق نہیں ہیں (مؤلف)

”رسولِ خدا کے سوا کسی انسان کو معیارِ حق نہ بنائیے کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے۔ کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو۔ ہر ایک کو خدا کے بتائے ہوئے اسی معیارِ کامل پر جانچے اور پرکھے اور جو اس کے لحاظ سے جس درجہ میں ہو اسی درجہ میں رکھتے۔“ (دستورِ جماعتِ اسلامی پاکستان ص ۱)

۲۰ : اس امت میں کوئی مجددِ کامل پیدا نہیں ہوا (مودودی)

یعنی ختمِ نبوت پر اعتراض ہے (مؤلف)

”تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اب تک کوئی عہدِ کامل پیدا نہیں ہوا ہے۔ قریب تھا کہ عمر ابن عبد العزیز اس منصب پر فائز ہوتے مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔“

(تجدیدِ دُعا حیا نئے دین۔ اشاعتِ ہشتم جون ۶۲ء صفحہ ۴۹)

یعنی نوٹ : سید المرسلین کی امت اور کاملین سے خالی ؛ اس کے معنی یہ ہوئے کہ ختمِ نبوت کر کے اس امت پر ظلم کیا گیا کہ کاملین سے محروم کر دیا گیا اور یہ امت گمراہی میں پڑ گئی حالانکہ پچھلی امتوں میں پے در پے انبیاء اُن کی ہدایت کے لیے اُٹھائے گئے۔ پس یہ کہنا کہ اس امت میں کوئی کامل نہیں ہوا۔ دراصل ختمِ نبوت پر اعتراض ہے اور بارگاہِ احدیت کی شان میں گستاخی ہے (مؤلف)

۲۱: عصمتِ انبیاء کی تشریح

مولانا محمد قاسم صاحب فرماتے ہیں :

”اطاعت اور فرمانبرداری اور تابعداری اس کو کہتے ہیں کہ اللہ کی مرضی کے موافق کام کیا جائے۔ جس طرح بادشاہان دنیا اپنی مرضی پر شخص سے بیان نہیں کرتے بلکہ مقررانِ بارگاہ کے ذریعے دوسروں کو مطلع کر دیا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لیے اس شان بے نیازی پر کب مزاد رہے کہ وہ ہر کسی سے کتنا چہرے کے اس کام کو کرنا چاہیے اور اس کام کو نہیں کرنا چاہیے۔ وہ بھی اپنے مقررانِ خاص کے ذریعہ اوروں کو اپنی رضا اور غیر رضا سے مطلع کرے گا۔ ہم ان مقررانِ بارگاہ کو جو اللہ تعالیٰ کے ارشادات کی اطلاع اوروں کو کرتے ہیں پیغمبرِ نبی اور رسول کہتے ہیں۔“

”وجہ تسمیہ خود ظاہر ہے، لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ کوئی کسی کا مقرب جب ہی ہو سکتا ہے جبکہ اس کی موافقی مرضی ہو۔ جو لوگ مخالف مزاج ہوتے ہیں قرب و منزلت ان کو میسر نہیں آ سکتا، چنانچہ ظاہر ہے مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص یوسف ثانی ہو اور حسن بن لاثانی ہو، پر اس کی ایک آنکھ کائی ہو تو اس ایک آنکھ کا نقصان تمام چہرہ کو بہنا اور نازیبا کر دیتا ہے، ایسے ہی اگر ایک بات بھی کسی میں دوسروں کے مخالف مزاج ہو تو ان کی اور خوبیاں بھی ہوتی نہ ہوتی برابر ہو جائیں گی۔ عرض ایک عیب بھی کسی میں ہوتا ہے تو پھر محبوبیت اور موافقت طبعیت و رضا متصور نہیں جو امیدِ تقرب ہو، اس لئے یہ بھی ضرور ہے کہ انبیاء اور مرسل سراپا اطاعت ہوں اور ایک بات بھی ان میں خلاف مرضی خداوندی نہ ہو، اسی وجہ سے ہم انبیاء کو معصوم کہتے ہیں اور معصوم کہنے سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ ان میں گناہ خداوندی عالم کا مادہ اور سامان ہی نہیں؛ کیونکہ جب ان میں کوئی کسفت بُری ہی نہیں تو پھر ان سے بُرے افعال کا صادر ہونا بھی ممکن نہیں اس لیے کہ افعال اختیاری تابع صفات ہوتے ہیں۔ اگر سخاوت ہوتی ہے تو داد و دہش کی نوبت آتی ہے اور اگر بخل ہوتا ہے تو کوڑی کوڑی جمع کی جاتی ہے۔ شجاعت میں معرکہ آرائی اور بزدلی میں پسپائی ظہور میں آتی ہے۔ ہاں یہ بات ممکن ہے کہ بوجہ سہوا یا غلط فہمی جو گاہ بگاہ بڑے بڑے عاقلوں کو بھی پیش آ جاتی ہے اور سوائے خداوندِ عظیم و خیر اور کوئی اس سے منزرہ نہیں کسی مخالف مرضی کام کو موافق مرضی اور موافق مرضی کام کو مخالف مرضی سمجھ جائیں اور اس وجہ سے بظاہر خلاف مرضی کام ہو جائے تو ہو جائے یا وجہ عظمت و محبت مطاع ہی مخالفت کی نوبت آ جائے مگر اس کو گناہ نہیں کہتے۔ گناہ کے لیے یہ ضرور ہے کہ عمداً مخالفت کی جائے۔ مجبور چوک کو لغزش کہتے ہیں گناہ نہیں کہتے۔ یہی وجہ ہے کہ موقعِ عذر میں کہا کرتے ہیں کہ میں مجبور کیا تھا یا میں سمجھا نہ تھا۔ اگر مجبور چوک بھی گناہ ہی ہوا کرتا تو یہ عذر اور اُلٹا اقرارِ خطا ہوا کرتا مگر نہ ہوا کرتا۔ جب یہ بات واضح ہو گئی کہ افعال تابع صفات ہیں تو اب دو باتیں قابلِ لحاظ باقی رہیں۔ ایک اخلاق یعنی صفاتِ اصلیہ دوسرے عقل و فہم۔ اخلاق کی ضرورت تو ہمیں سے ظاہر

ہے کہ افعال جن کا کرنا نہ کرنا عبادت و اطاعت اور فرمانبرداری میں مطلوب ہوتا ہے ان کا بھلا بُرا ہونا اخلاق کی بھلائی برائی پر موقوف ہے اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ اصل میں بھلی اور بُری اخلاق و صفات ہی ہوتی ہیں اور عقل و فہم کی ضرورت اس لیے ہے کہ اخلاق کے مرتبے میں موقع بے موقع دریافت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ افعال میں بوجہ بے موقع ہو جانے کے کوئی خرابی اوپر سے نہ آجائے۔ دیکھئے سخاوت اچھی چیز ہے، لیکن موقع میں صرف ہونا پھر بھی شرط ہے اگر مساکین اور مستحقین کو دیا جائے تو فہما نہ نہ زندگیوں اور بھڑوؤں کو دنیا شراب خوروں اور بھنگ نوشوں کو عطا کرنا کون نہیں جانتا کہ اور برائیوں کا سامان ہے وجہ اس کی بجز اس کے اور کیا ہے کہ بے موقع صرف ہوا بالجلد افعال ہر خیر تابع صفات ہیں مگر موقع اور بے موقع کا پہچانا بجز عقل سلیم اور فہم مستقیم ہرگز مقصود نہیں۔ اس لیے ضرور ہے کہ انبیاء میں عقل کامل اور اخلاق حمیدہ ہوں۔ ظاہر ہے کہ جب اخلاق حمیدہ ہوں گے تو محبت بھی ضرور ہوگی، کیونکہ خلقِ حسن کی بناء محبت ہی پر ہے اور جب موقع اور محل کا لحاظ ہے اور عقل کامل موجود ہے تو پھر خدا سے بڑھ کر اور کون سا موقع سزاوار محبت ہوگا مگر خدا کے ساتھ محبت ہوگی تو پھر عزم اطاعت و فرمانبرداری بھی ضرور ہوگا جس کا انجام یہی نکلے گا کہ ارادہ نافرمانی کی گنجائش ہی نہیں اور ظاہر ہے کہ اسی کو معصومیت کہتے ہیں۔

(مباحثہ شاہجہان پور۔ نومبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۱۵ تا ۱۱۹)

۲۲ : عصمت اور حفاظت

”حضرت اسماعیل شہیدؑ نے عصمت کی مندرجہ ذیل تقسیم کی ہے۔

- (۱) عصمت مطلقہ، ظاہرہ دائمہ : عصمت مطلقہ سے مراد یہ ہے کہ اقوال، اعمال، افعال، علوم گویا زندگی کے ہر شعبہ میں عصمت حاصل ہو۔ عصمت ظاہرہ سے مراد یہ ہے کہ بدابہتہ شریعت میں اس کا ثبوت ہو۔ عصمت دائمہ سے مراد یہ ہے کہ پیدائش سے لے کر موت تک عصمت حاصل ہو۔
- (۲) عصمت مقیدہ، خفیہ، حادثہ : مقیدہ سے مراد یہ ہے کہ جس منصب کے فرائض اس شخص کے سپرد ہوئے ہیں ان میں غلطی واقع نہ ہو۔ خفیہ سے مراد یہ ہے کہ عصمت ظاہرہ کی طرح بدابہتہ شریعت میں ثبوت مہیا نہ ہو۔ عصمت حادثہ سے مراد یہ ہے کہ قرب الہی حاصل ہونے کے بعد یہ صفت اس میں پائی جانے لگے۔
- عصمت کی پہلی قسم یعنی عصمت مطلقہ ظاہرہ دائمہ صرف انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسری قسم یعنی عصمت مقیدہ خفیہ حادثہ پیغمبروں کے سوا دوسرے انسانوں میں بھی پائی جاسکتی ہے۔ فرق مراتب کی وجہ سے اس کو حفاظت کہتے ہیں۔ اس اصول پر خلافت راشدہ، ائمہ شریعت و طریقت اور بڑے بڑے اولیاء کرام کے معاملات کو سمجھنا چاہیے۔ مودودی چونکہ حقائق اور معارف باطنی سے ناواقف اور محروم ہے اس لیے وہ عصمت اور

حفاظت کی حقیقت کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ اس حقیقت کو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جو کمالات و ولایت کے ساتھ ساتھ فیض نبوت کے بھی حاملین ہوں۔

علم حق در علم صوفی گم شود ایں سخن کے باور سے مردم شود
مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم تا غلام شمس تبریزی نہ شد
قال را بگذار و مردِ حال شو پیشِ مردِ کاٹے پامال شو

۲۳ : انبیاء سے فرائض رسالت میں کوتاہی علم الہی کے خلاف ہے
عبودیت اور عصمت انبیاء کے مخصوص کمالات ہیں

شیخ الحداد فرماتے ہیں : عالم الغیب فلا یظهر علی غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من
رسول فانہ یشک من بین یدیہ ومن خلفہ صد الیعلم ان قد ابلاغوا رسالات
ربہم و احاط بہا لدیہم و احصی کل شیء مددا۔

خلاصہ مضمون آیت یہ ہے کہ حق تعالیٰ عالم الغیب اپنے مجید کی باتیں پیغمبروں کے سوا کسی پر ظاہر نہیں فرماتا اور اپنے
رسول کی حفاظت و حمایت سب طرف سے کرتا ہے تاکہ رسولوں کا احکام الہی کی تبلیغ کرنا محقق ہو جائے اور کوئی فتور
قصور تبلیغ وحی میں نہ آوے اور اللہ کا علم و قدرت رسولوں کے احوال اور تمام اشیاء کو محیط ہے کوئی امر اس کے
علم و قدرت سے خارج نہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ احکام بذریعہ وحی خاص انبیاء پر نازل ہوتے ہیں اور فقط
ارتضیٰ سے یہ بھی سمجھ میں آ گیا کہ حضرات انبیاء کرام کے تمام ملکات و علم و اعمال اخلاق و احوال پسندیدہ جناب باری
اکمل و اعلیٰ ہوتے ہیں اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ وحی الہی اور اس کی تبلیغ کا ہر طرح سے ایر انتظام و محافظت تمام منجانب
اللہ ہوتا ہے کہ کسی نقصان و خلل کا اس میں امکان محال ہے نہ یہ ہو سکتا ہے کہ شیطان کے کسی قسم کے دخل کو وہاں تک
رسائی ہو نہ یہ ممکن ہے کہ حضرات انبیاء سے اس کے فہم مطلب میں غلطی اور اس کی تبلیغ میں کسی قسم کی کوتاہی یا مقبول
چوک ہو جائے۔

اسی کے ساتھ یہ ہوتا ہے کہ منجملہ کمالات، گونا گوں عبودیت و عصمت و کمال عظیم الشان انبیاء علیہم السلام
کو خاص طور سے عطا ہوتے ہیں۔

عبودیت کا خلاصہ تو یہ ہے کہ اپنے تمام کمالات کو محض انعام و عطائے خداوندی اور اپنے آپ کو تمام کمالات
و غیرہ میں اسی کا محتاج اور دستِ نگر سمجھتے ہیں جس کی وجہ سے اتباع احکام الہی میں ایسے چست اور اس کی رضا

میں اس قدر محو اور چالاک کہ ہر ایک امر خداوندی کے سہلانے کو جان و دل سے تیار اور ہر ایک مخالفت امر سے متغیر اور بیزار بجز اطاعت و فرمانبرداری نہ راحت کا خیال نہ تکلیفات شاقہ کا فکر و ملال نہ عزت سے سروکار نہ کسی کی ایذا و رسانی کا دل پر بار۔

اور عصمت کا حاصل یہ ہے کہ انبیاء عظیم السلام کے اقوال و افعال و عبادات و معاملات و حالات و عادات و افلاک و ملکات جو سر تا پا پسندیدہ اور برگزیدہ اور حق سبحانہ کی مرضی کے مطابق ہوتے ہیں لبنایت و حمایت الہی وہ سب دخل شیطانی اور عوارض نفسانی سے معصوم و محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ ان کے کسی قول و فعل و غیرہ میں دوسرے احتمال کی گنجائش نہیں ہو سکتی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ حضرات انبیاء کی تعلیم قوی و فعلی و غیرہ سب قابل قبول اور واجب الانضباط ہیں اور ان کے کسی قول یا فعل یا عادات یا معاملہ سے انحراف موجب نسران داریں ہے۔ (مقالات شیخ الندم)

۲۴ : سامری کا بچہ طاق اور باطل کا مجموعہ تھا

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب فرماتے ہیں :

”سونا تھا کافروں کا مال لیا ہوا فریب سے، اس میں مٹی پڑی برکت کی پاک و ناپاک یعنی حق اور باطل مل کر ایک کرشمہ بن گیا کہ جاندار کی طرح کی روح اور آواز اس میں ہو گئی۔ ایسی چیزوں سے بہت بچنا چاہیے۔ ایسی چیزیں بہت خطرناک ہوتی ہیں اسی سے بت پرستی بڑھتی ہے۔“ (تفسیر موضع القرآن - سورہ طہ - آیت ۹۶)

۲۵ : دین کے پیشواؤں پطعن کرنا سامریٹ، خارجیت اور دجالیت ہے

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب فرماتے ہیں :

”دنیا میں سامری کو یہ سزا ملی کہ وہ لشکر بنی اسرائیل سے باہر الگ رہتا تھا۔ اگر وہ کسی سے ملتا یا کوئی اس سے دونوں کو تپ چڑھتی، اس مارے لوگوں کو دُور دُور کرتا اور ایک وعدہ ہے کہ خلاف نہ ہوگا۔ شاید عذاب آخرت ہے اور شاید دجال کا نکلنا۔ وہ بھی یہودیوں سامری کے فتنہ کی تکمیل کرے گا۔ جیسے ہمارے پیغمبر مال بانٹتے تھے ایک شخص نے کہا انصاف سے، فرمایا اس کی جنس کے لوگ نکلیں گے۔ وہ اٹھے خارجی کر لگے اپنے پیشواؤں پر اعتراض کرنے جو کوئی دین کے پیشواؤں پر طعن کرے وہ ایسا ہی ہے۔“ (تفسیر موضع القرآن - سورہ طہ - آیت ۹۶)

۲۶ : تاریخ انجیل غیب کی تکذیب نہیں کر سکتی

آجہت وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ - صاف اس بات پر ولایت کرتی ہے کہ حضور کا کلام خدا ہی کا کلام ہے خاص کر ایسی بات جو بمجملہ انجیل غیب ہے (ہدیتہ الشیعہ از مولانا محمد قاسم صاحب)

خلافتِ راشدہ اور صحابہ کرامؓ

۱ : صحابہ کرامؓ کے انفرادی افعال اور اعمال ہمارے لئے مرجع و رہبر نہیں ہے (مودودی)

”اس معاملہ میں جب ہم سب سے پہلے کتاب اللہ کی جانب رجوع کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کسی مقام پر بھی صحابہ کرامؓ کے انفرادی افعال اور اعمال کو ہمارے لیے مستقل اسوہ اور مرجع قرار نہیں دیا گیا۔“
(ترجمان القرآن نومبر ۶۳ء)

۲ : صحابی کا قول و فعل حجت شرعی نہیں ہے (مودودی)

یہ روایت بالعموم اس طرح بیان کی جاتی ہے :
”میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے جس کی بھی اقتداء کر دگے راستہ پاؤ گے“
اگرچہ اصول فقہ کی کتابوں میں اس روایت کا بجا بجا ذکر کیا جاتا ہے، لیکن میرے علم میں کوئی ایک اصولی یا فقہی بھی ایسا نہیں ہے جس نے اس روایت سے صحابی کے قول و فعل کو مطلقاً حجت ثابت کرنے کی کوشش کی ہو۔“
(ماہنامہ ترجمان القرآن نومبر ۶۳ء)

۳ : عمومی صحابہؓ معیاری مسلمان بھی نہ تھے (مودودی)

”حقیقت یہ ہے کہ عامی لوگ نہ کبھی حمد نبویؐ میں معیاری مسلمان تھے اور نہ اس کے بعد کبھی ان کو معیاری مسلمان سمجھنے کا فخر حاصل ہوا۔ معیاری مسلمان تو اس زمانہ میں بھی وہی تھے اور اب بھی وہی ہیں جو قرآن اور حدیث کے علوم پر نظر رکھتے ہوں اور جن کی رنگ و ریشتہ میں قرآن کا علم اور نبی اکرمؐ کی حیات طیبہ کا نمونہ سراپت کر گیا ہو۔ باقی سب عوام تو اس وقت بھی

ان معیاری مسلمانوں کے پیرو تھے اور آج بھی ہیں “ دتھیما ت جلد اول صفحہ ۲۰۹ ترجمان القرآن جولائی ۲۰۲۳ء

۴ : امام ابن تیمیہؒ اور شاہ عبدالعزیزؒ خلافت راشدہ کے باب میں وکیل صفائی کی حیثیت رکھتے ہیں (مودودی)

” یہ بات بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میں نے قاضی ابوبکر ابن العربیؒ کی العواصم من العواصم امام ابن تیمیہؒ کی منهاج السنۃ اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی تحفۃ اثناعشریہ پر انحصار کیوں نہ کیا۔ میں ان بزرگوں کا نہایت عقیدہ مند ہوں اور یہ بات میرے حاشیہ خیال میں بھی کبھی نہیں آئی کہ یہ لوگ اپنی دیانت اور صحت تحقیق کے لحاظ سے قابل اہتمام نہیں، لیکن جس وجہ سے اس مسئلہ میں میں نے ان پر انحصار کرنے کے بجائے براہ راست اصل مآخذ سے تحقیق کرنے اور اپنی آزادانہ رائے قائم کرنے کا راستہ اختیار کیا وہ یہ ہے کہ ان تینوں حضرات نے دراصل اپنی کتابیں تاریخ کی حیثیت سے بیان واقعات کے لیے نہیں بلکہ شیعوں کے شدید الزامات اور ان کے احاطہ و تفریط کے مددیں لکھی ہیں جن کی وجہ سے عملاً ان کی حیثیت وکیل صفائی کی سی ہو گئی ہے اور وکالت خواہ الزام کی ہو یا صفائی کی اس کی عین فطرت یہ ہوتی ہے کہ اس میں آدمی اس مواد کی طرف رجوع کرتا ہے جس سے اس کا مقصد یہ مضبوط ہوتا ہو اور اس مواد کو نظر انداز کر دیتا ہے جس سے اس کا مقدمہ کمزور ہو جائے “

(خلافت و ملکیت - صفحہ ۳۲)

۵ : حضرت عثمانؓ ملکیت لانے کے ذمہ دار تھے (مودودی)

” لیکن ان کے بعد جب حضرت عثمانؓ جانشین ہوئے تو رفتہ رفتہ وہ اس پالیسی سے ہٹتے چلے گئے انھوں نے پے در پے اپنے رشتہ داروں کو بڑے بڑے اہم عہدے عطا کئے اور ان کے ساتھ دوسری ایسی رعایات کیں جو عام طور پر لوگوں میں بد فاعل و اعدائے بن کر رہیں “

نوٹ : اَلصِّدْقُ الْمُبْتَلٰی وَ الْکِذْبُ یُهْلِكُ یعنی سچ میں نجات ہے اور جھوٹ میں تباہی، واقعی اس بے پرو سامان کے پاس اس قسم کا سامان کچھ نہ تھا پر ایک تحفہ اثناعشریہ تھا اور جب تحفہ تھا تو بانٹنے والے جانتے ہیں کہ سب کچھ تھا کافی ہے تو کتری اک نظر بھی اور کتابیں نہ سی ایک تحفہ ہی بہت ہے کیونکہ مختلف تحفہ ختمہ اللہ فی العالمین قائم الحمد ہیں والمفسرین عمدۃ المتکلمین زبدۃ المناظرین مولانا شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمة کے نام کے سنی تو دیوانے ہیں۔۔۔ (ہدیۃ الشیعہ از مولانا محمد قاسم صاحب)

” حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو معزول کر کے انہوں نے کوفہ کی گورنری پر اپنے ماں جانے بجائی ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو مقرر کیا اور اس کے بعد یہ منصب اپنے ایک عزیز سعید بن عاص کو دیا۔ حضرت موسیٰ اشعریؓ کو بصرہ کی گورنری سے معزول کر کے اپنے ماموں زاد بجائی عبداللہ بن عامر کو ان کی جگہ مامور کیا۔ حضرت عمر بن العاصؓ کو مصر کی گورنری سے ہٹا کر اپنے رضاعی عبداللہ بن ابی سرح کو مقرر کیا۔“ (خلافت و ملوکیت ص ۷۱)

” بعض حضرات اسماء الرجال کی کتابیں کھول کر بیٹھ جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں فلاں راویوں کو آئمہ رجال نے مجروح قرار دیا ہے اور فلاں راوی جس وقت کا واقعہ بیان کرتا ہے اس وقت تو وہ بچہ تھا یا پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ اس طرح وہ تاریخی روایات پر تنقید حدیث کے اصول استعمال کرتے ہیں اور اس بناء پر ان کو رد کرتے ہیں کہ فلاں واقعہ سند کے بغیر کہا گیا ہے اور فلاں روایت کی سند میں انقطاع ہے۔“

(خلافت و ملوکیت ص ۷۱)

۴ : خلافت عثمانؓ میں جاہلیت داخل ہو گئی تھی (موردی)

” مگر ایک طرف حکومت اسلامی کی تیز رفتار وسعت کی وجہ سے کام روز بروز زیادہ سخت ہوتا جا رہا تھا اور دوسری طرف حضرت عثمانؓ جن پر اس کارِ عظیم کا بار رکھا گیا تھا ان تمام خصوصیات کے حامل نہ تھے جو ان کے جلیل القدر پیش روؤں کو عطا ہوئی تھیں۔ اس لیے ان کے زمانہ خلافت میں جاہلیت کو اسلامی نظام اجتماعی کے اندر گھس آنے کا موقع مل گیا۔ حضرت عثمانؓ نے اپنا سر دے کر اس خطرے کا راستہ روکنے کی کوشش کی مگر وہ نہ رکا۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور انہوں نے اسلام کے سیاسی اقتدار کو جاہلیت کے تسلط سے بچانے کی انتہائی کوشش کی، مگر ان کی جان کی قربانی بھی اس انقلابِ معکوس (COUNTER-REVOLUTION) کو نہ روک سکی آخر کار خلافت علی مہندج العقبۃ کا دور ختم ہو گیا۔ ملکِ محض (TYRANT KINGDOM) نے اس کی جگہ لی، اور اس طرح حکومت کی اساس اسلام کے بجائے پھر جاہلیت پر قائم ہو گئی۔“

” حکومت پر قبضہ کرنے کے بعد جاہلیت نے مرضِ سرطان کی طرح اجتماعی زندگی میں اپنے ریشے بسترِ بچیلانے شروع کر دیئے۔ کیونکہ اقتدار کی کبھی اب اسلام کے بجائے اس کے ہاتھ میں بھی اور اسلام زورِ حکومت سے محروم ہونے کے بعد اس کی نفوذ و اثر کو بڑھنے سے نہ روک سکتا تھا۔“

(تجدید و احیائے دین، اشاعت ہشتم جون ۱۹۹۳ء ص ۳۶، ۳۷)

۷ : حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کنہیاجی اور ہندو دیوتاؤں کے رنگ میں پیش کیا (نعمود باللہ)

۸ : ذیل حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کنہیاجی اور ہندو دیوتاؤں کے رنگ میں پیش کیا (نعمود باللہ) - (مودودی کے الزامات)

۹ : حضرت انسؓ کی ثقاہت پر جاہلانہ حملہ -

مندرجہ ذیل اقتباس ملاحظہ فرمائیے :

”جو حدیثیں ہم نے ابتداء میں نقل کی ہیں ان میں کان یطوف، یا کان یدور، طاقت کے الفاظ آئے ہیں ان سب الفاظ کا لفظی ترجمہ ”چکر لگانا“ یا ”پھرنانا“ ہے اور ان سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ کبھی کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات میں اپنی تمام بیویوں کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ویسے آپ کا عام معمول تو یہ تھا کہ ایک ایک رات ایک ایک بیوی کے پاس بسر فرماتے، مگر احیاناً ایسی بھی ہو جایا کرتا تھا کہ ایک ہی رات میں سب کے ہاں ہوا کرتے تھے۔ راوی جس بات کا معنی شاہد ہے وہ صرف یہی ہے کہ آپ ہر ایک کے ہاں گئے سب بیویوں کے ہاں جانے سے یہ لازم نہیں آجاتا کہ لامحالہ سب کے ساتھ ہم بستری بھی کی جائے۔ یہ راوی کا اپنا قیاس ہے جب تشریف لے گئے تو ہر ایک کے ساتھ مباشرت بھی کی ہوگی۔ راوی حضرت انسؓ ہیں اور ان کی عمر کو دیکھتے ہوئے ان کا ایسا قیاس کرنا کچھ زیادہ قابلِ تعجب نہیں معلوم ہوتا۔ وہ جب حضورؐ کی ملازمت میں داخل ہوئے ہیں تو ان کی عمر صرف دس سال کی تھی اور آپ کی وفات کے وقت وہ بیس سال کے تھے۔ اتنے کم عمر نوجوان کا قیاس ایسے معاملات میں چنداں لائق اعتبار نہیں ہو سکتا۔ نوجوان لڑکے جب کسی شوہر کو بیوی کے پاس جاتے دیکھتے ہیں تو ان کا ذہن خواہ مخواہ مباشرت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے وہ اس بات کا اندازہ نہیں کر سکتے کہ ایک سن رسیدہ آدمی کا تعلق اپنی بیوی کے ساتھ مباشرت ہی کا تعلق نہیں ہوتا۔ یہی وہ بات جو حضرت انسؓ نے فرمائی ہے کہ آپ کو تیس یا چالیس مردوں کی طاقت عطا کی گئی تھی تو وہ نہ حضورؐ کا کوئی قول ہے نہ کوئی مستند بات، حضرت انسؓ خود فرماتے ہیں کہ ہم آپس میں ایسا کہا کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ وہ اس وقت نوجوان تھے اور اپنے ہم عمر دوستوں ہی میں اس قسم کی گفتگو کرتے ہوں گے۔ عہدِ غفوانِ شباب میں عموماً لوگ رجولیت کی نیائی کو خاص اہمیت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ پھر حضرت انسؓ تو اس زمانہ کی عربی سوسائٹی کے ایک نوجوان تھے جس میں رجولیت کی زیادتی انسانیت کا ایک قابلِ فخر جوہر سمجھی جاتی تھی۔ انہوں نے اپنے محبوب آقا میں جس کی غیر معمولی شخصیت سے وہ بے حد مرعوب تھے اس فخر کے قابلِ چیز کا ادعا کیا تو یہ بالکل ایک امر فطری ہے۔ بڑے آدمیوں کے ساتھ

ہمیشہ ایسا ہی ہوا کرتا ہے کہ جو لوگ ان کی غیر معمولی شخصیتوں سے بہت زیادہ متاثر ہوتے ہیں وہ ان کی ذات میں فوق البشری طاقتوں کے معتقد ہو جاتے ہیں مگر ایسے معتقدات اس قابل نہیں ہوتے کہ ان کو حجت بنا کر ان پر استدلال کی حمایت کھڑی کی جائے۔

”حضرت انسؓ نے تو صرف اسی قدر کہا کہ حضور کو ۳۰ یا ۴۰ مردوں کی طاقت عطا کی گئی تھی۔ اس سے کہیں زیادہ بڑھ کر بعض دوسری روایتوں میں جن کو ابو نعیم اور احمد اور نسائی اور حاکم نے نقل کیا ہے یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ چالیس مرد جن کی قوت حضور کو عنایت کی گئی تھی دُنیا کے نہیں بلکہ جنت کے مرد ہیں اور جنت کے ہر مرد کو دُنیا کے سو مردوں کے برابر قوت حاصل ہوگی اس طرح چالیس کو سو سے ضرب دے کر حساب لگایا کہ حضورؐ میں چار ہزار مردوں کی قوت تھی۔ یہ سب باتیں خوش عقیدگی پر مبنی ہیں اور ایسے لوگوں نے کہی ہیں جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت سے کمال درجہ متاثر ہو کر آپ کے اندر ایسی تمام فوق البشری طاقتوں کا اعتقاد رکھتے تھے جن کو نیک نیتی کے ساتھ وہ فخر کے قابل سمجھتے تھے اپنی باتوں کو ہمارے زمانہ کے ایک فاضل بزرگ نے جن کی علم و فضل اور تقویٰ کا پورا احترام ہمارے دل میں ہے اپنے ایک مضمون میں نقل کر دیا اور استدلال کی عمارت اس طرح قائم کی کہ حضورؐ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۴ ہزار مردوں کی طاقت رکھتے تھے اور اس طرح ۱۶ ہزار بیویاں رکھ سکتے تھے۔ مگر آپ نے صرف گیارہ بیویوں پر قناعت فرمائی۔ یہ بات اگرچہ حسن عقیدت کے رنگ میں کہی گئی تھی، لیکن ایسی بات خواہ کسی کے قلم سے اور کسی نیت سے نکلے بہر حال ہم یہ کہنے سے باز نہیں رہ سکتے کہ اللہ کے نبی کی قوت باہ کا حساب لگانا مذاقِ سلیم پر بھی بار ہے کجا کہ اس کو دشمنانِ اسلام اور مشکلیں اور مذہبین کے مقابلہ میں محبت کے طور پر لایا جائے اور ان کے سامنے محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو کنہیا جی اور ہندو دیوتاؤں کے رنگ میں پیش کر کے یہ امید کی جائے کہ اس قسم کی باتوں سے ان کے دلوں میں نورِ ایمان پیدا ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرتِ ازدواج پر مخالفین کے اعتراضات کی تردید بہت سے قوی دلائل سے ہو سکتی تھی۔ ان سب کو چھوڑ کر یہ طرز استدلال اختیار کرنا یقیناً افسوسناک ہے، خصوصاً یہ زمانے میں جبکہ علماء کے دشمن ذرا ذرا سی لغزشوں پر بات چیت کا بتنگٹ بنا تے ہیں اور علماء سے گزر کر خود علومِ دینی پر حملے کرنے لگتے ہیں۔“

(تقیہات طبع چہارم بعد نظر ثانی ۱۹۴۷ء ص ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴)

نوٹ: فاضل بزرگ سے مراد مکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ذات گرامی ہے۔ علاوہ بریں حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے بھی حضرت انسؓ کی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ سورہ احزاب آیت نمبر ۵۰ کی تفسیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ پر جو کچھ اس مختصر نوٹ میں لکھا گیا ہے اس سے ایک مسلمان کا دل عظمتِ رسولؐ سے سرشار ہو جاتا ہے۔ اس میں معتزین سے لیے ایک دھنڈا شکن جواب ہے، مگر افسوس کہ ایک کور باطن کو اس طرز میں کنہیا جی اور ہندو دیوتاؤں کا رنگ مضموم ہوتا ہے۔

۱۰ : صحابہ کرامؓ پر چور دروازہ سے طعن — (مودودی)

”ان سب سے عجیب بات یہ ہے کہ بسا اوقات صحابہ رضوان اللہ علیہم پر بھی بشری کمزوریوں کا غلبہ ہو جاتا تھا اور وہ ایک دوسرے پر چوٹیں کر جاتے تھے۔ ابن عمرؓ نے سنا کہ ابو ہریرہؓ وہ ترکہ ضروری نہیں سمجھتے تھے جہانے لگے۔ ابو ہریرہؓ جھوٹے ہیں۔“

”حضرت عائشہؓ نے ایک موقع پر انسؓ اور ابو سعید خدریؓ کے متعلق فرمایا کہ وہ حدیث رسول اللہ کو یک جانیں وہ تو اس زمانہ میں پتے پتے تھے۔“

”حضرت حسنؓ علیؓ سے ایک مرتبہ شاہد و مشہود کے معنی پوچھے گئے انہوں نے اسکی تفسیر بیان کی، عرض کیا گیا کہ ابن عمرؓ اور ابن زبیرؓ ایسا اور ایسے کہتے ہیں۔ فرمایا دونوں جھوٹے ہیں۔“

”حضرت علیؓ نے ایک موقع پر مغیرہ بن شعبہ کو جھوٹا قرار دیا۔ عبادہ بن صامت نے ایک مسئلہ بیان کرتے ہوئے مسعود بن اوس انصاریؓ پر جھوٹ کا الزام لگا دیا حالانکہ وہ بدری صحابہ میں سے ہیں۔“

(تفہیمات طبع چہارم بعد نظر ثانی ص ۲۹۴)

- ۱۱ : اللہ کی اطاعت بغیر اطاعت رسولؐ کفر ہے — (حضرت مجدد الف ثانیؒ)
- ۱۲ : رسول اللہؐ کی اطاعت بغیر اطاعت صحابہؓ باطل ہے — (حضرت مجدد الف ثانیؒ)
- ۱۳ : صحابہؓ پر طعن در اصل رسول اللہؐ پر طعن ہے — (حضرت مجدد الف ثانیؒ)
- ۱۴ : جس نے صحابہؓ کی تعظیم نہیں کی وہ حضورؐ پر ایمان نہیں لایا — (حضرت مجدد الف ثانیؒ)

”تہتر فرقوں میں سے ہر ایک شریعت کی تابع داری کا مدعی ہے اور اپنی نجات کا دعویٰ کرتا ہے۔ مگر حدیث پڑھا لَیْہُمْ فِیْہِ حَوْتُ۔ ان کے حال کے شامل ہے، لیکن وہ دلیل جو پیغمبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان متعدد فرقوں میں سے ایک فرقہ ناجیہ کی تمیز کے لیے بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے : اَلَّذِیْنَ هُمْ مَا اَنَا عَلَیْہِمْ وَاَصْحَابِی یعنی وہ ایک فرقہ ناجیہ وہ لوگ ہیں جو اس طریق پر ہیں جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب میں۔ اصحابؓ کا ذکر صائب اشرف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر کے کافی ہونے کے باوجود اس مقام میں ایسی واسطے ہو سکتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ میرا طریق بعینہ اصحابؓ کا طریق ہے اور نجات کا راستہ صرف ان کے طریق کے اتباع سے وابستہ ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا : وَمَنْ یُطِيعِ اَمْرَی فَقَدْ اطَاعَ اللہَ پس رسولؐ کی اطاعت میں حق تعالیٰ کی اطاعت ہے اور ان کی مخالفت بعینہ حق تعالیٰ کی نافرمانی ہے جن

لوگوں نے خدا سے تعالیٰ کی اطاعت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے برخلاف تصور کیا ہے حق تعالیٰ نے ان کے حال کی خبر دی ہے اور ان پر کھر کا حکم لگایا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے :-

يُرِيدُونَ أَن يُقَرِّبُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَيَتَقَرَّبُوا
 قُلُوبَهُمْ بَعْضُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَن يَنْتَحِبُوا بَيْنَ
 ذَٰلِكَ سَبِيلًا أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا

اور ارادہ کرتے ہیں کہ اللہ اور رسول کے درمیان فرق ڈالیں اور کہتے ہیں کہ بعض کے ساتھ ہم ایمان لاتے ہیں اور بعض سے ہم انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان راستہ اختیار کر لیں۔ یہی لوگ کچے کافر ہیں۔

پس مذکورہ بالا صورت میں اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے طریق اور تابعداری کے برخلاف حضور کی تابعداری کا دعویٰ کرنا باطل اور جھوٹا ہے بلکہ حقیقت میں وہ اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میں نافرمانی ہے۔ پس اس مخالفت طریق میں نجات کی کیا مجال ہے۔ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الَّذِينَ كَذَبُوا - (اور گمان کرتے ہیں یہ کہ وہ اُدپر کسی چیز کے ہیں، خبردار جو تحقیق وہی میں جھوٹے) ان کے حال کے موافق ہے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ فرقہ جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی تابعداری کو لازم پکڑا ہے اہل سنت و جماعت ہی میں۔ خدا نے تعالیٰ ان کی کوشش کو شکوہ فرمائے، اور اصحاب کے حق میں طعن کرنا درحقیقت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو طعن لگانا ہے۔ مَا آمَرَ اللَّهُ مِنْ لَكُمْ لِيُؤْتِيَهُمْ أَصْحَابُہِمْ (جس نے اصحاب کی عزت اور تعظیم نہیں کی وہ رسول اللہ پر ایمان نہیں لایا) کیونکہ صحابہ سے حد حضور کے حد تک فوجت پہنچا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے بُرے اعتقاد سے بچائے، اور نیز جو احکام قرآن و حدیث سے ہم تک پہنچے ہیں وہ انہی کے نقل کے وسیلہ سے ہیں۔ جب وہ مطعون ہوں گے تو ان کی نقل بھی مطعون ہوگی کیونکہ یہ نقل ایسی نہیں کہ بعض کے سوا بعض کے ساتھ مخصوص ہو۔ بلکہ سب کے سب عدل اور صدق اور تبلیغ میں برابر ہیں۔ پس ان میں سے کسی ایک کا طعن دین کے طعن کو مستلزم ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بچائے اور اگر طعن لگانے والے یہ کہیں کہ ہم بھی اصحاب کی متابعت کرتے ہیں، یہ لازم نہیں کہ ہم سب اصحاب کے تابع ہوں بلکہ ان کی راؤں کے متضاد ہونے اور مذہبوں کے اختلاف کے باعث سب کی تابعداری ممکن نہیں، تو اس کا جواب ہم کہتے ہیں کہ بعض کی متابعت اس وقت فائدہ مند ہو سکتی ہے جبکہ بعض کا انکار اس کے ساتھ شامل نہ ہو۔ ورنہ بعض کا انکار کرنے سے بعض کی متابعت ثابت نہیں ہوتی۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور ان کے اعتراض کا جواب ذرا صاف طور پر کہتے ہیں کہ تمام اصحاب کی متابعت دین کے اصول میں لازم ہے اور ہرگز اصول میں اختلاف نہیں رکھتے۔ اگر اختلاف ہے تو فروع میں ہے اور جو شخص ان میں سے بعض کو طعن کرتا ہے وہ سب کی متابعت سے محروم ہے، ہر چند ان کا کلام متفق ہے مگر دین کے ہر گز

کے انکار کی بدبختی اختلاف میں ڈال دیتی ہے اور اتفاق سے باہر نکال دیتی ہے بلکہ قائل کا انکار اس کے اقوال کے انکار تک پہنچا دیتا ہے اور نیز شریعت کے پہچانے والے سب اصحاب ہی ہیں جیسے کہ ذکر ہو چکا ہے کیونکہ سب کے سب اصحاب عادل تھے۔ ہر ایک نے کچھ نہ کچھ شریعت ہم تک پہنچائی ہے اور ایسے ہی قرآن بھی ہر ایک سے کچھ نہ کچھ لے کر جمع کیا گیا ہے پس بعض کا انکار کرنا گویا اس کی تبلیغ سے بھی انکار کرنا ہے۔ پس تمام شریعت کا انکار منکر کے مادہ میں ثابت ہے پھر کس طرح نجات اور خلاصی کی امید ہے۔“

امام شافعیؒ نے فرمایا ہے۔ **ثَلَاثَ دَعَاءٍ طَهَّرَ اللَّهُ عَنْهَا أَيْدِيَنَا فَلَمْ يُطَهِّرْ عَنْهَا أَلْسِنَتَنَا۔** یہ ایسے غول ہیں جن سے ہمارے ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ نے پاک رکھا پس اپنی زبانوں کو ہم پاک رکھتے۔“
(مکتوب ۵۰ دفتر اول مکتوبات امام ربانیؒ)

۱۵: صحابہ کرامؓ ستاروں کی مانند ہیں (حضرت مجدد الف ثانیؒ)

اہل بیت کشتی نوح کی طرح ہیں (الحديث)

”بعض ماریوں نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب کو ستاروں کی مانند فرمایا: **وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ**، اور ستاروں سے وہ راہ پاتے ہیں، اور اہل بیت کو کشتی نوح کی طرح۔ اس میں اشارہ ہے کہ کشتی کے سوار کے لیے ستاروں کو مد نظر رکھنا ضروری ہے تاکہ وہ ہلاک ہونے سے بچ جائے اور ستاروں کی رہایت کے بغیر نجات بالکل محال ہے۔ اور اس بات کو اچھی طرح معلوم کریں کہ بعض کا انکار کرنا سب کے انکار کو مستلزم ہے کیونکہ حضرت خیر البشرؐ کی صحبت کی فضیلت میں سب صحابہؓ مشترک ہیں اور صحبت کی فضیلت تمام فضیلتوں اور کمالوں سے بڑھ کر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اویس قرنیؓ جو تمام تابعین میں سے اچھا ہے ایک فی صحابی کے درجہ کو نہیں پہنچا ہے۔ پس صحبت کی فضیلت کے برابر کوئی چیز نہیں ہے اور نہ ہی ہوگی۔ اُن کا ایمان صحبت اور نزول وحی کی برکت سے شہودی ہو گیا تھا اور صحابہؓ کے بعد کسی کو اس درجہ کا ایمان نصیب نہیں ہوا اور اعمال یا پر مرتب ہوتے ہیں اور اُن کا عمل ایمان کے کمال کے موافق ہے۔“

”اور جو کچھ ان کے درمیان لڑائی جھگڑے واقع ہوئے ہیں سب بہتر حکمتوں اور نیک گمانوں پر محمول ہیں۔ وہ حرص و ہوا اور جمالت سے نہ تھے بلکہ وہ اجتہاد کی رُوسے تھے اور اگر اُن میں سے کسی نے اجتہاد میں خطا کی ہے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک خطا کار کے لیے بھی ایک درجہ ہے۔ اور یہی افراط و تفریط کے درمیان سیدھا راستہ ہے جس کو اہلسنت و جماعت نے اختیار کیا ہے اور یہی بچاؤ والا اور سیدھا راستہ ہے۔“ (مکتوب ۵۱۔ دفتر اول)

۱۶ : حضرت وحشی حضرت اویس قرنیؓ سے کئی درجہ افضل ہے

”صحابہ کرامؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی ہی صحبت میں وہ کچھ حاصل کر لیتے تھے کہ امت کے اولیاء کونہایت النہایت میں بھی اس کمال سے نفوذِ اساطعہ بمشکل حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت حمزہؓ کا قاتل وحشی جو اپنے اسلام میں ایک ہی مرتبہ سیدہ اولین و آخرین کی صحبت سے مشرف ہوا، اویس قرنیؓ سے جو خیر التابین ہے افضل ہے۔ جو کچھ وحشی کو حضورؐ کی پہلی ہی صحبت میں حاصل ہوا، اویس قرنیؓ کو وہ خصوصیت انتہا میں بھی میسر نہ ہوئی۔ اسی واسطے سب زمانوں میں سے بہتر زمانہ اصحابؓ کا ہے اور تشدد کے لفظ نے دوسروں کو چھپے ڈال دیا اور درجہ کے بعد کی طرف اشارہ کیا۔

ایک شخص نے عبد اللہ بن مبارکؓ سے پوچھا کہ معاویہؓ افضل ہے یا عمر بن عبد العزیزؓ تو اس نے جواب دیا کہ وہ غبارِ جو حضورؐ کے ساتھ جہاد میں معاویہؓ کے گھوڑے کے ناک میں داخل ہوا وہ عمر بن عبد العزیزؓ سے کئی درجہ بہتر ہے۔“ (مکتوب ۶۶ - دفتر اول مکتوبات امام ربانیؒ)

۱۷ : حضرت عثمانؓ اور صحابہ کرامؓ پر طعن کرنے والا زندقہ و ملحد ہے (مجدد الف ثانیؒ)

اگر حضرت عثمانؓ مطعون ہیں تو قرآن بھی مطعون ہے (مجدد الف ثانیؒ)

”یقینی طور پر تصور فرمائیں کہ زندقہ اور ملحد کی صحبت کا فساد کا فکر کی صحبت کے فساد سے زیادہ تر ہے اور تمام گمراہ فرقوں میں بدتر اس گروہ کے لوگ ہیں جو پیغمبرؐ کے اصحابؓ کے ساتھ بغض رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں ان کا نام کفار دیکھتا ہے۔ لِيَغِيْظَ بِعَصَا الْكُفَّارِ۔ قرآن اور شریعت کی تبلیغ اصحابؓ ہی نے کی ہے اور اگر ان پر طعن لگائیں تو قرآن اور شریعت پر طعن آتا ہے۔ قرآن کو حضرت عثمانؓ نے جمع کیا ہے۔ اگر حضرت عثمانؓ مطعون ہیں تو قرآن مجید بھی مطعون ہے۔ حق تعالیٰ ان زندقوں کے ایسے بُرے اعتقاد سے بچائے۔ مخالفت اور جھگڑے جو اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے درمیان واقع ہوئے ہیں نفسانی خواہشات پر معمول نہیں ہیں۔ کیونکہ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں ان کے نفسوں کا تزکیہ ہو چکا تھا اور نامہ دہن آزاد ہو چکا تھا۔ اس قدر جانتا ہوں کہ حضرت امیرؓ اس بارہ میں حق پر تھے اور ان کے مخالف خطا پر لیکن یہ خطا اجتہادی ہے جو فسق کی حد تک نہیں پہنچاتی بلکہ اس قسم کی خطا میں ملامت کی بھی مجال نہیں کیونکہ ایسی خطا کرنے والے کو بھی ایک درجہ ثواب کا حاصل ہے۔“ (مکتوب ۵۴ - دفتر اول - مکتوبات امام ربانیؒ)

۱۸ : صحابہ کرامؓ کے معاملات میں گفتگو فضول ہے (مجدد الف ثانی)

” لیکن اصحاب کا زمانہ سب سے بہتر ہے۔ اس کی نسبت گفتگو کرنا فضول ہے۔ سابق سابق ہی میں اور جنت نعیم میں مقرب ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ دوسروں کا پہاڑ بٹنا سونا خرچ کرنا ان کے ایک مد جو خرچ کرنے کے برابر نہیں ہے۔“ **وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَن يَّشَاءُ** (مکتوب ۲۰۹، صفحہ ۲۳۷، دفتر اول مکتوبات امام اہل بیتؑ)

۱۹ : علی کے ساتھ حق گھوم گیا بدھ علی گھومے (الحديث)

” پس حق نام ہی اس چیز کا ہے جو اس شخص کے سینے میں چمک اٹھے جس کا مطلب یہی ہے کہ حق کا وہ تابع نہیں ہوتا بلکہ حق اس کا تابع ہوتا ہے جو حدیث میں بھی دیکھو کہ یہ نہیں کہا گیا کہ وہ حق کے ساتھ گھومتا ہے (بلکہ فرمایا گیا ہے کہ حق ہی اس کے ساتھ گھومتا ہے)“

داس الحق مع علی حیث داس — علی کے ساتھ حق گھوم گیا بدھ علی گھومے (الحديث)
(جمعات صفحہ ۳۹۲ - حضرت اسماعیل شہید)

۲۰ : دین کی اصل خلافت راشدہ ہے (شاہ ولی اللہ صاحب)

جو شخص اس اصل کو توڑتا ہے وہ فی الحقیقت تمام علوم دینیہ کو مٹاتا ہے

” کہتا ہے فقیر حقیر ولی اللہ معنی عنہ کہ اس زمانے میں بدعت تشیع آشکار ہو گئی ہے اور عام لوگوں کے دل ان شبہات سے متاثر ہو گئے ہیں اور اس ملک کے اکثر لوگ خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے خلافت کے ثبوت میں شک کرنے لگے ہیں، لہذا توفیق الہی کی روشنی نے اس بندہ ضعیف کے دل میں ایک علم پیدا کیا جس سے یقین کے ساتھ معلوم ہوا کہ خلافت ان بندگان کی ایک اصل ہے اصول دین سے۔ جب تک لوگ اس اصل کو مضبوط نہ پکڑیں گے کوئی مسئلہ مسائل شریعت سے مضبوط نہ ہوگا؛ کیونکہ اکثر احکام جو قرآن عظیم میں مذکور ہیں مجمل ہیں بغیر تفسیر سلف صالح کے ان احکام کا حل نہیں ہو سکتا اور اکثر حدیثیں خبر واحد ہیں شرح کی محتاج ہیں بغیر اس کے کہ سلف کی ایک جماعت ان کو روایت کرے اور مجتہدین ان سے استنباط کریں قابل تسک نہیں ہو سکتیں اور نہ بدول ان بزرگوں کی کوشش کے متعارض حدیثوں میں تطبیق کی کوئی صورت ہو سکتی ہے۔ اسی طرح تمام فنون دینیہ مثل قرأت و تفسیر و عقائد و سلوک کے بغیر اقوال ان بزرگوں کے کسی اصل پر قائم نہیں رہ سکتے اور سلف صالحین نے ان امور میں خلفائے راشدین ہی کی پیروی کی ہے اور ان کے دامن کو مضبوط پکڑا ہے۔ قرآن کا جمع ہونا اور قرأت شاذہ سے قرأت متواترہ کا امتیاز نہ پانا غلط ہے لہذا

ہی کی کوشش پر مبنی ہے اور عمدہ قضاء کے فرائض اور حدود اور احکام فقہ وغیرہ ان ہی خلفاء کی تحقیق پر مشتبہ ہیں۔ لہذا جو شخص اس اصل کے توڑنے کی کوشش کرتا ہے وہ فی الحقیقت تمام فنون دینیہ کو مٹانا چاہتا ہے اور نیز اسی علم سے معلوم ہوا کہ تبراہمات والایض تبارک و تعالیٰ نے جس طرح ازل الانال میں شریعت کی تمام باتوں کو پہلے کلام نفسی کے مرتبہ میں معین و مقرر کیا تو اسی مرتبہ کی طرف اس آیت کریمہ میں اشارہ ہے (ترجمہ) مہینوں کی تعداد اللہ کے نزدیک بآثرہ ہے کتاب اللہ میں جس دن اُس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا۔ ان (بآثرہ مہینوں) میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں (یعنی ان میں خوں ریزی وغیرہ کی ممانعت نہایت شدید ہے) اُس کے بعد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر کبھی اجمالاً اور کبھی تفصیلاً نازل کیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی صراحتاً اور کبھی اشارۃً ان تمام شرائع کو بیان فرمادیا یہاں تک کہ جو مقصود حق تعالیٰ کا ملاحظہ ہو گیا اور اللہ کی محبت قائم ہو گئی اور ان تمام باتوں پر اعتقاد لانے اور عمل کرنے کے لیے بندوں کا مکلف ہونا واضح ہو گیا۔ اسی طرح خلفائے راشدین کی خلافت پہلے کلام نفسی میں مقرر ہوئی اور قرآن عظیم میں اجمالاً نازل ہوئی۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر کبھی بطور رؤیا (یعنی خواب کے) اور کبھی صحابہ کے خوابوں کی تعبیر میں بطور فراست کے اس اجمال کی تفصیل ہو گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحتاً اور اشارۃً اس شریعت علم (یعنی حقیقت خلفائے راشدین) کی خبر دے دی یہاں تک کہ ان بزرگوں کی خلافت پر اعتقاد لانے اور عمل کرنے کے لیے بندوں کا مکلف ہونا محقق ہو گیا اور امر (خلافت) سے پردہ اٹھ گیا اور قرن اول کے لوگوں (یعنی صحابہ) نے اسی کی منشا پر جان و دل سے عمل کیا۔

(ازالۃ الخفاء جلد اول دیباچہ - سبب تالیف، ص ۹-۱۰)

۲۱ : حضرت عثمان کی شان میں گستاخی کرنے والا علوم قرآن سے محروم ہے (مولانا محمد تقی صاحب)

جو شاگرد استاد کی خدمت میں گستاخ ہوتا ہے عادت الہی یوں جاری ہے کہ علم سے بہرہ ور نہیں ہوتا۔ وجہ اس کی شاید یہ ہو کہ شکر پر وعدہ مزید نعمت ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے لَنْ يَشْكُرُوْكُمْ لَا زَيْدٌ لَّكُمْ - یعنی اگر شکر کرو گے تو البتہ تم اور زیادہ دیں گے۔ تو اس صورت میں بشادۃ عقل کفران پر زوال نعمت متفرع ہونا چاہیے۔ اور حدیث میں ہے۔ من بعمیتک الانسان یعنی جو کوئی آدمیوں کا شکر نہ کرے گا وہ اللہ کا بھی شکر نہ کرے گا، اور ظاہر ہے کہ ہر چند منعم حقیقی خداوند کریم ہے پر دولت علم بواسطہ استاد ہی حاصل ہوتی ہے اور نعمت عظمیٰ کلام اللہ کے استاد حضرت صحابہ ہیں جن میں سے خلیفہ اول اور ثالث کو تو بوجہ تالیف مصنف مجازی کہنے تو بجا ہے پھر ایسے گستاخوں کو دود و دی و امثالہا، یہ نعمت عظمیٰ

باب (۵)

احادیث کے متعلق

۱ : احادیث سے علم الیقین حاصل نہیں ہو سکتا (مودودی)

”مجرد احادیث پر ایسی کسی چیز کی بناء نہیں رکھی جاسکتی جسے مدار کفر و ایمان قرار دیا جائے۔ احادیث چند انسانوں سے چند انسانوں تک پہنچی آئی ہیں جس سے حد سے حد اگر کوئی چیز حاصل ہوتی ہے تو وہ گمانِ صحت ہے نہ علم الیقین“
(ترجمان القرآن مارچ اپریل، مئی، جون ۱۹۳۵ء)

۲ : احادیث پر اور روایانِ احادیث پر کُلّی اعتماد نہیں کیا جاسکتا (مودودی)

”کَلْبَتُهُ ان پر اعتماد کرنا کہاں درست ہے بہر حال تھے تو انسان ہی۔ انسانی علم کی جو حدیں فطرۃ اللہ نے مقرر کر رکھی ان سے آگے تو وہ نہیں جاسکتے انسانی کاموں میں جو نقص فطری طور پر رہ جاتا ہے۔ اس سے تو ان کے کام محفوظ نہ تھے۔“

(تفہیمات جلد اول ص ۳۱۹)

۳ : سند کی صحت حدیث کی صحت پر لازمی دلیل نہیں ہے (مودودی)

”آپ کے نزدیک ہر اُس روایت کو حدیثِ رسول مان لینا ضروری ہے جسے محدثین سند کے اعتبار سے صحیح قرار دیں۔ لیکن ہم سند کی صحت کو حدیث کی صحت کی دلیل لازمی نہیں سمجھتے۔ ہمارے نزدیک مذکورہ حدیث کی صحت معلوم کرنے کا واحد ذریعہ نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ہم یہ بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ متن پر غور کیا جائے قرآن و حدیث کے مجموعی علم سے دین کا جو مفہوم ہمیں حاصل ہوا ہے اس کا لحاظ بھی کیا جائے۔“

(رسائل مسائل جلد اول ص ۲۹۰)

یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے کہ بخاری میں جتنی احادیث درج ہیں ان کے مضامین کو بھی جوں کا توں بلا تنقید قبول کرنا چاہیے کسی روایت کے سند صحیح ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا نفس مضمون بھی ہر لحاظ سے صحیح اور جوں کا توں قابل قبول ہو۔

ترجمان القرآن بابت اکتوبر نومبر ۱۹۵۲ء ص ۱۱۳-۱۱۴

۵ : سند صحیح تو حدیث پر کھنے کا معیار نہیں ہے

البتہ ذوق احادیث پر کھنے کا معیار ہو سکتا ہے (مودودی)

” جس شخص کو اللہ تعالیٰ الفقہ کی نعمت سے سرفراز فرماتا ہے اس کے اندر قرآن اور سیرت رسول کے غائر مطالعہ سے ایک خاص ذوق پیدا ہو جاتا ہے جس کی کیفیت بالکل ایسی ہے جیسے ایک پُرانے جوہری کی بصیرت کہ وہ جوہر کی نازک سے نازک خصوصیات تک کو پرکھ لیتی ہے اس کی نظر بحیثیت مجموعی شریعت حقہ کے پورے سسٹم پر ہوتی ہے اور وہ اس سسٹم کی طبیعت کو پہچان جاتا ہے اس کے سبب جزئیات اس کے سامنے آتے ہیں تو اس کا ذوق اس کو بتا دیتا ہے کہ کوئی چیز اسلام کے مزاج اور اس کی طبیعت سے مناسبت رکھتی ہے اور کوئی نہیں رکھتی روایات پر جب وہ نظر ڈالتا ہے تو ان میں بھی یہی کسوٹی رد و قبول کا معیار بن جاتی ہے اسلام کا مزاج عین ذات نبوی کا مزاج ہے جو شخص اسلام کے مزاج کو سمجھتا ہے اور جس نے کثرت سے کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کا گہرا مطالعہ کیا ہوتا ہے وہ بنی اکرم کا ایسا مزاج شناس ہو جاتا ہے کہ روایات کو دیکھ کر خود بخود اس کی بصیرت اُسے بتا دیتی ہے کہ ان میں سے کونسا فعلی میرے سرکار کا ہو سکتا ہے اور کوئی چیز سنت نبوی سے اقرب ہے۔ (تحقیقات ص ۲۹۵)

۶ : اسماء الرجال میں کوئی چیز ہے جس میں غلطی کا امکان نہ ہو (مودودی)

ان تمام احادیث سے رواد کی جانچ پڑتال کر کے محدثین کرام نے اسمائے رجال کا عظیم الشان ذخیرہ فراہم کیا جو بلاشبہ نہایت بیش قیمت ہے۔ مگر ان میں کوئی چیز ہے جس میں غلطی کا امکان نہ ہو۔
(تفہیمات جلد اول ص ۲۹۱)

۷ : اسناد اور اسماء الرجال پر کئی اعتماد نہیں کیا جاسکتا (مودودی)

یہ اور ایسے ہی بہت سے امور میں جن کی بنا پر اسناد اور جرح و تعدیل کے علم کو کلیۃً صحیح نہیں سمجھا جاسکتا یہ مواد اس حد تک قابل اعتماد ضرور ہے کہ سنت نبویؐ اور آثار صحابہ کی تحقیق میں اس سے مدد لی جانے اور اس کا مناسب لحاظ کیا جائے مگر اس قابل نہیں کہ اسی پر کئی اعتماد کر لیا جائے۔
(نہیات جلد اول ص ۲۹)

۸ : قادیانی (لاہوری گروپ) کے بارے میں مودودی صاحب کا عقیدہ

فون ۲۵۰۷

حوالہ ۲۲۹

تاریخ ۶۸ - ۱ - ۲۹

جماعت اسلامی پاکستان

۵ - ۱ سے ذیلدار پارک

اچھرہ - لاہور

محرمی و کرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط ملا۔ مرزا ٹول کی لاہوری جماعت کفر و اسلام کے درمیان معلق ہے۔ یہ تو نہ ایک مدعی نبوت سے بالکل برأت ظاہر کرتی ہے کہ اس کے افراد کو مسلمان قرار دیا جاسکے نہ اس کی نبوت کا صاف اقرار کرتی ہے کہ اس کی تکفیر کی جاسکے۔
خاکسار

غلام علی معاون خصوصی
مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

یہ جواب میری ہدایت کے مطابق ہے
ابوالاعلیٰ

باب (۶)

ایمان اور عمل

۱ : جو نماز نہ پڑھے اور زکوٰۃ نہ دے وہ مسلمان نہیں (مودودی)

آج کے خطبے میں میرا مقصد آپ کو صرف یہ بتانا تھا کہ نماز اور زکوٰۃ کا اسلام میں کیا درجہ ہے بہت سے مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے مولوی ان کو رات دن یہ اطمینان دلاتے ہیں کہ نماز نہ پڑھ کر اور زکوٰۃ نہ دے کر بھی وہ مسلمان رہتے ہیں مگر قرآن اس کی صاف الفاظ میں تردید کرتا ہے۔ قرآن کی رو سے کلمہ طیبہ کا اقرار بے معنی ہے اگر اس کے ثبوت میں نماز اور زکوٰۃ کا پابند نہ ہو ۛ

(خطبات ستمبر ۱۹۶۶ء ص ۲۳۲)

۲ : حج نہ کرنے والے کو مسلمان سمجھنے والا قرآن سے جاہل ہے (مودودی)

”جو لوگ قدرت رکھنے کے باوجود حج کو ٹالتے رہتے ہیں اور ہزاروں مصروفیتوں کے بہانے کر کر کے سال بہ سال یوں ہی گزارتے چلے جاتے ہیں ان کو اپنے ایمان کی خیر منانی چاہیے، رہے وہ لوگ جن کو عمر بھر کبھی یہ خیال ہی نہیں آتا کہ حج بھی فرض ان کے ذمہ ہے دنیا بھر کے سفر کرتے پھرتے ہیں۔ کچھ یورپ کو آتے جاتے جہاز کے ساحل پر سے بھی گزر جاتے تھے جہاں سے مکہ صرف چند گھنٹوں کی مسافت پر ہے اور پھر بھی حج کا ارادہ تک ان کے دل میں نہیں گزرتا ہے وہ قطعاً مسلمان نہیں ہیں۔ جھوٹ کہتے ہیں اگر اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور قرآن سے جاہل ہے جو نہیں مسلمان سمجھا ہے ۛ

(خطبات - سترھواں ایڈیشن ستمبر ۱۹۶۶ء ص ۳۱۸)

۳ : جو نماز اور زکوٰۃ کا پابند نہ ہو کلمہ طیبہ کا اقرار اس کے لئے بے معنی (مودودی)

”رہے وہ مسلمان جن کو عمر بھر کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ حج بھی کوئی فرض ان کے ذمہ ہے دنیا بھر کے سفر کرتے

پھرتے ہیں کچھ یورپ کو آتے جاتے جہاز کے ساحل پر سے بھی گزر جاتے ہیں جہاں سے مکہ صرف چند گھنٹوں کی مسافت پر ہے اور پھر حج کا ارادہ تک ان کے دل میں نہیں گذرتا تو وہ قطعاً مسلمان نہیں ہیں جھوٹ کہتے ہیں اگر اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور قرآن سے جاہل ہے جو ان کو مسلمان سمجھتا ہے ۛ

(خطبات ص ۱۸۶)

اس سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کے بغیر نماز روزہ اور ایمان کی شہادت سب بریکار ہیں کسی چیز کا بھی اعتبار نہیں کیا جاسکتا ۛ

(خطبات ص ۱۲۷ شائع کردہ مکتبہ جماعت اسلامی گوشہ محل حیدر آباد دکن)

ۛ ان دو ارکان اسلام (نماز و روزہ) سے جو لوگ روگردانی کریں ان کا دعویٰ ایمان جھوٹا ہے ۛ

(خطبات ص ۱۳ زکوٰۃ)

ۛ قرآن کی رو سے کلمہ طیبہ کا اقرار ہی بے معنی ہے اگر آدمی اس کے ثبوت میں نماز اور زکوٰۃ کا پابند نہ ہو ۛ

(خطبات ص ۱۳۳)

۴ : اعمال میں کوتاہی سے ایمان اور اسلام زائل نہیں ہوتا

اعمال کی کوتاہی سے فریق آتے کفر نہیں آتا (شیخ الاسلام مولانا حسین احمد علیؒ)

تمام اہل سنت والجماعت مسلمان ہمیشہ سے اس امر پر متفق ہیں کہ جو شخص کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ صدق دل سے کہے اس کا ایمان اجمالی اور ایمان متحقق ہو جاتا ہے اور جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتلائی ہوئی تمام یقینی باتوں (وحدانیت، رسالت، ملائکہ، کتابائے خداوندیہ، قیامت، تقدیر، ختم نبوت وغیرہ قطعیات) کو دل سے مان لے اور اقرار کر لے اس کا تفصیلی ایمان متحقق ہو جاتا ہے اور وہ مسلمان اور ملت اسلامیہ کا فرد بن جاتا ہے۔ اعمال میں کوتاہی سے ایمان و اسلام زائل نہیں ہوتا، اعمال ضروریہ کی کوتاہی سے صرف فسق آتا ہے کفر نہیں آتا۔ بل اگر ان امور ایمانیہ کا انکار وجود پایا جائے تب بے شک استحقاق کفر ہوتا ہے۔ اعمال خواہ کسی درجہ کے ہوں ان کا ترک کرنے والا کافر نہیں ہوتا البتہ گمراہ فرستے خارج، معتزلہ وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ اعمال مرضیہ کے ترک کرنے سے یا کبیرہ گناہ کے مرتکب ہونے سے انسان ایمان سے نکل جاتا ہے۔ آج ہندوستان بھر میں مودودی صاحب اور ان کی جماعت بھی یہی عقیدہ رکھتی ہے اور اسی کی تعلیم متبعین کو دیتی ہے مودودی کی تقریر محنت پر مبنی ہے پاکستان اور ہندوستان کے وہ تمام سربراہ اور وہ مسلمان لیڈر جو کہ پورے اعتبار میں اور دور دور کے ممالک یورپ اور امریکہ وغیرہ کا سفر کرتے رہتے ہیں یا زمانہ سابق میں ان دور دور

ممالک بالخصوص انگلستان کے سفر کر چکے ہیں اور نعمت حج و زیارت مدینہ منورہ سے فائز نہیں ہوئے، سرسید اور جسٹس محمود سے لے کر اس زمانہ کے جملہ اشخاص جن میں علامہ اقبال، قائد اعظم، نواب یاقوت علی خاں، سرناظم الدین وغیرہ بے شمار لیڈران قوم آتے ہیں، سب کے سب کو بیک قلم قطعی اور یقینی طور پر اسلام اور ایمان سے خارج کر دیا گیا اور فتویٰ صادر کر دیا گیا کہ ان کا اپنے آپ کو مسلمان کہنا جھوٹ ہے۔ جو شخص بھی ان کو مسلمان کہے وہ قرآن سے جاہل ہے۔ اسی طرح وہ تمام اسلامیات کے دعویدار جو زکوٰۃ نہیں دیتے یا نماز نہیں پڑھتے یا روزہ نہیں رکھتے ان کا دعویٰ ایمان جھوٹا ہے۔ ان کا کلمہ طیبہ پڑھنا بے معنی اور ان کے ایمان کی شہادت غیر معتبر اور بے کار ہے چونکہ ایمان اور کفر میں کوئی واسطہ نہیں ایک کے زوال سے دوسرے کا آجانا یقینی ہے۔ اس لیے جب ان لوگوں کو ایمان اور اسلام سے قطعی طور پر نکال دیا گیا تو قطعی طور پر کفر میں بھی داخل کر دیا گیا۔ اس طرح کی عمومی تکفیر صرف مودودی صاحب اور ان کی جماعت یا خوارج کے سوا کلمہ گویان امت محمدیہ کی کس نے کی اور کب کی گئی؟ بیشک ایسے لوگ فرائض کے تارک گناہ گار مستحق عتاب ہیں ان کو جلد سے جلد توبہ کرنا اور اپنی بد اعمالیوں کو ترک کر دینا ضروری ہے (اگر زندہ ہوں، اور خداوندی عذاب کے مستحق ہیں (اگر بلا توبہ مر گئے ہوں) مگر وہ دائرہ ایمان اور اسلام سے خارج نظر شرع میں نہیں کئے جاسکتے کلمہ لا الہ الا اللہ اور ایمان ضرور بالفردان کو لغو پہنچائے گا۔ اگرچہ باعملیوں کی مزاحمت ہے ہی را اگر شفاعت یا دیگر وجوہ رحمت سے مستفید نہ ہو سکے، مگر ایسے لوگ مخلوقی انار سے محفوظ رہیں گے۔ ذہ برابر بھی ایمان کا درجہ ان کے لیے مخلوقی انار سے محافظ اور جنت کے دخول کا ذریعہ ہوگا۔ مودودی صاحب اور ان کی جماعت کا یہ عقیدہ امت محمدیہ پر انتہائی تعلیم اور خوارج کی طرح غلو فی الدین ہے۔

۵ : اعمال کو جزو ایمان قرار دیا

اس مقام پر جب یہ کہا گیا کہ اعمال اسلامیہ کو جزو ایمان بجز فرقہ ہائے ضالہ خوارج اور معتزلہ وغیرہ کسی نے قرار نہیں دیا اور نہ یہ کہا کہ ان کے ترک سے ایمان سے خارج ہو جائے گا۔ جیسا کہ مودودی صاحب اور ان کے متبعین ارشاد فرماتے ہیں۔ یہ ان کا مسلک اہل سنت والجماعت کے مسلک کے بالکل خلاف اور احادیث صحیحہ اور آیات صریحہ کے بالکل منافی ہے توبہ جواب دیا جاتا ہے کہ اعمال کے جزو ایمان ہونے کے قائل تو تمام سلف محدثین اور شافعیہ اور اہل ظاہر وغیرہ ہیں جو کہ اہل سنت میں سے ہی ہیں مگر یہ جواب بالکل غلط اور دھوکا ہے۔ شافعیہ اور محدثین اعمال کو ایمان کا جزو مقوم نہیں کہتے کہ اس کے عدم سے انعدام ایمان اسی طرح ہو جائے جس طرح جزو کے انعدام سے کل کا انعدام ہو جاتا ہے۔ بلکہ جزو متمم اور مکمل کہتے ہیں اور ان کے انعدام سے کمال ایمانی معدوم ہو جاتا ہے نفس ایمان معدوم نہیں ہوتا جیسا کہ اجسام انسانہ کے دو قسم کے اجزاء ہیں بعض مکملہ ہیں جیسے انگلیاں

ناک، کان، آنکھ، ہاتھ، پیر اور بعض مقومہ میں جیسے دل، دماغ، جگر وغیرہ اعضاءے رئیسہ پہلے قسم کے اعضاء
 کٹ جانے سے انسان مرتا نہیں ہے البتہ اس کے جسمانی کمال میں نقصان ہو جاتا ہے، برخلاف دوسری قسم کے
 اجزاء کے کہ اگر وہ باقی نہ رہیں تو انسان فنا ہو جاتا ہے۔ اس لیے تارک اعمال کی تکفیر نہیں کی جا سکتی خواہ وہ اعمال
 کتنی ہی عظیم الشان اہمیت رکھتے ہوں۔ امام بخاری فرماتے ہیں۔ **المعاصی من امر الجاہلیہ ولا یکفر صاجہا**
بما ترکا بہا الا بالشراک الخ معاصی رسوم جاہلیہ میں سے ہیں (لیکن) عصاۃ کو جب تک کہ ان کی معصیت
 حد شرک میں نہ داخل ہو کا مندر نہ کہا جائے گا۔ **مکتوبات شیخ الاسلام جلد سوم مکتوبات غیبیہ**

باب

علماء اور مشائخ

۱: علماء اور مشائخ سب گمراہ ہیں (مودودی)

”الف“ اور یہی جہالت ہم ایک نہایت قلیل جماعت کے سوا مشرق سے لے کر مغرب تک مسلمانوں میں پام دیکھ رہے ہیں خواہ ان پڑھ غلام ہوں یا دستار بند علماء یا خرقہ پوش مشائخ یا کاجوں اور یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ حضرات ان سب کے خیالات اور طور طریقے ایک دوسرے سے بدرجہا مختلف ہیں مگر اسلام کی حقیقت اور اس کی روح سے ناواقف ہونے میں سب یکساں ہیں۔“

(تفہیمات ج ۱ ص ۳۶)

”ب“ سیاسی لیڈروں یا علمائے دین و مفتیان شرع متین دونوں قسم کے رہنما اپنے نظریہ اور اپنی پالیسی کے لحاظ سے یکساں گم کردہ راہ ہیں دونوں راہ حق سے ہٹ کر تاریکیوں میں بھٹک رہے ہیں۔

(سیاسی کش مکش ج ۳ ص ۷۷)

۲: تصوف چنسیا بیگم ہے (مودودی)

”پہلی چیز جو مجھ کو حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے وقت سے شاہ صاحبؒ اور ان کے خلفاء و نمک کے تجدیدی کاموں میں کھنکھاتی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے تصوف کے بارے میں مسلمانوں کی بیماری کا پورا اندازہ نہیں لگایا اور دانستہ ان کو پھر وہی غذا دیدی جس سے مکمل پرہیز کرانے کی ضرورت تھی۔“

نوٹ: اس وقت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ مفتی کفایت اللہ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ علامہ بریلوی شیخ الحدیث مولانا ذکریا صاحب مولانا یوسف بزدی مفتی شفیق صاحب اور دیگر بڑے بڑے علماء موجود تھے۔

پس جس طرح پانی جیسی حلال چیز بھی اس وقت ممنوع ہو جاتی ہے جب وہ مریض کے لیے نقصان دہ ہو۔ اسی طرح یہ قالب بھی مباح ہونے کے باوجود اس بنا پر قطعی چھوڑ دیتے کے قابل ہو گیا ہے کہ اس کے لباس میں مسلمانوں کو ایفون کا چسکا لگا یا گیا ہے اور اس کے قریب جاتے ہی ان مریض مریضوں کو پھر وہی چپٹا بیگم یاد آ جاتی ہے جو صدیوں ان کو تھپک تھپک کر سلاتی رہی ہیں ۴

۳۔ سیاح شہید اور اعلیٰ شہید کی تحریک جہاد میں صوفیت کے جراثیم تھے (مودودی)

”مسلمانوں کے اس مرض سے نہ حضرت مجدد صاحب ناواقف تھے نہ شاہ صاحب دونوں کے کلام میں اس پر تنقید موجود ہے۔ مگر غالباً اس مرض کی شدت کا پورا اندازہ نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ دونوں بزرگوں نے ان بیماریوں کو پھر وہی غذا دی جو اس مرض میں مملکت ثابت ہو چکی تھی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ دونوں کا حلقہ پھر اسی پرانے مرض میں متاثر ہوتا چلا گیا۔ اگرچہ مولانا اسماعیل شہید نے اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ کر تھپک وہی روش اختیار کی جو ابن تیمیہ کی تھی لیکن شاہ ولی اللہ کے لٹریچر میں تو یہ سلمان موجود ہی تھا کچھ اثر شاہ اسماعیل شہید کی تحریروں میں باقی رہا اور پیری مریہ کا یہ سلسلہ بھی سید صاحب کی تحریک میں چل رہا تھا اس لیے مرض صوفیت کے جراثیم سے یہ تحریک پاک نہ رہ سکی۔ حتیٰ کہ سید صاحب کی شہادت کے بعد ہی ایک گروہ ان کے حلقہ میں ایسا پیدا ہو گیا جو شیعوں کی طرح ان کی غیوریت کا قائل ہوا اور اب تک ان کے ظہور ثانی کا منتظر ہے۔“

۴۔ اب تجدید دہائیے دین کیلئے مسلمانوں کو بزرگوں کے سلالہ ادران کے طریقوں سے

اس طرح پر مبنی کرائیں جس طرح ذیابیطس کے مریض کو شکر سے پرہیز کرنا پڑتا ہے (مودودی)

”اب جس کسی کو تجدید دین کے لیے کوئی کام کرنا ہو اس کے لیے لازم ہے کہ مصوفین کی زبان اور اصطلاحات سے رموز و اشارات سے لباس و اطوار سے پیری مریہ سے آبر اس چیز سے جو اس کی طریقہ کی یاد تازہ کرنے والی ہو، مسلمانوں کو اس طرح پر مبنی کرائے جیسے ذیابیطس کے مریض کو شکر سے پرہیز کرنا پڑتا ہے، تجدید دہائیے دین۔ اشاعت ہشتم جون سیکڑھص ۱۲۲/۱۲۱/۱۲۰/۱۱۹۔“

۵۔ مشائخ کے معتقدین کا گروہ جاہلیت اور شرک میں گرفتار ہے (مودودی)

”جاہلیت خالصہ کے بعد یہ دوسری قسم کی جاہلیت ہے جس میں انسان قدیم ترین زمانہ سے مبتلا ہوتا رہا ہے اور ہمیشہ گھٹیا درجہ کی دماغی حالت ہی میں یہ کیفیت رونما ہوتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کے اثر سے

جہاں لوگ اللہ واحد قہار کی خدائی کے قائل ہو گئے وہاں سے خداؤں کی دوسری اقسام تو رخصت ہو گئیں، مگر انبیاء، اولیاء، شہداء، صالحین، مجاہدین، اقطاب، ابدال، علماء، مشائخ اور خلل اللہ کی خدائی بھر بھی کسی نہ کسی طرح عقائد میں اپنی جگہ نکالتی ہی رہی۔ جاہل و ماعول نے مشرکین کے خداؤں کو چھوڑ کر ان ایک بزدل خدا بنایا جن کی ساری زندگیاں بندوں کی خدائی ختم کرنے اور صرف اللہ کی خدائی ثابت کرنے میں صرف ہوئی تھیں۔ ایک طرف مشرکانہ پوجا پاٹ کی جگہ فاتحہ، زیارت، نیاز، تضرع، صندل، چڑھائے، انشائے علم، تعزیئے اور اسی قسم کے دوسرے مذہبی اعمال کی ایک نئی شریعت تصنیف کر لی گئی۔ دوسری طرف بغیر کسی بغوت علمی کے ان بزرگوں کی ولادت، وفات، ظہور، غیاب، کرامت، خوارق، اختیارات و تصرفات اور اللہ کے ہاں ان کے تقرب کی کیفیات کے متعلق ایک پوری میتھما لوجی تیار ہو گئی جو بت پرست مشرکین کی میتھما لوجی سے ہر طرح لگا کھا سکتی ہے۔ تیسری طرف توسل اور استمداد روحانی اور اکتساب فیض و کچھہ ناموں کے خوشنما پردوں میں وہ سب معاملات جو اللہ اور بندوں کے درمیان ہوتے ہیں۔ ان بزرگوں سے متعلق ہو گئے اور علما و ہی حالت قائم ہو گئی جو اللہ کے ماننے والے ان مشرکین کے ہاں جن کے نزدیک بادشاہ عالم انسان کی رسائی سے بہت دور ہے اور انسان کی زندگی سے تعلق رکھنے والے تمام امور نیچے کے اہلکاروں ہی سے وابستہ ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ ان کے ہاں اہلکار علانیہ اللہ، دیوتا، اوتار یا ابن اللہ کہلاتے ہیں اور یہ انہیں غوث، قطب، ابدال، اولیاء اور اہل اللہ وغیرہ الفاظ کے پردوں میں چھپاتے ہیں۔

تجدید اہیائے دین۔ اشاعت ہشتم جون ۱۹۰۱ء

۶ : صوفیاء حضرات جاہلیت راہبانہ پھیلاتے رہے (مودودی)

”جب یہ راہبانہ فلسفہ اور اخلاق انسانی فطرت سے شکست کھا جاتا ہے تو کتب الحیل کی تصنیف شروع ہو جاتی ہے۔ کہیں کفارہ کا عقیدہ ایجاد ہوتا ہے تاکہ دل کو گناہ کیا جاسکے اور جنت بھی ہاتھ سے نہ جائے کہیں ہوس رانی کے لیے عشق مجازی کا حیلہ نکالا جاتا ہے تاکہ دل کی لگی بجائی بھی بجائے اور تقدس بھی جو کاتوں قائم رہے۔ اور کہیں ترک دنیا کے پردے میں بادشاہوں اور رئیسوں سے سانٹھ گانٹھ کی جاتی ہے اور روحانی امارت کا وہ حال پھیلا یا جاتا ہے جس کی بدترین مثالیں روم کے پاپاؤں اور مشرقی چنگ کے گدی نشینوں نے پیش کی ہیں“

”یہ تو جاہلیت کا معاملہ اپنی ہم جنس بہنوں کے ساتھ ہے۔ مگر انبیاء علیہم السلام کی امتوں میں جب یہ گھس آتی ہے تو کچھ اور بھی گل کھلاتی ہے۔ خدا کے دین پر اس کی پہلی ضرب یہ ہوتی ہے کہ یہ دنیا کو دارالعمل

دارالامتحان، مزرعة الاخيرة کے بجائے دارالغذاب اور مایا کے جال کی حیثیت سے آدمی کے سامنے پیش کرتی ہے۔ نقطہ غلط کے اس بنیادی لغز کی وجہ سے آدمی یہ حقیقت بھول جاتا ہے کہ وہ اس دنیا میں خدا کے خلیفہ کی حیثیت سے مامور ہے وہ یہ خیال کرنے لگتا ہے کہ میں یہاں کام کرنے اور دنیا کے معاملات کو چلانے نہیں آیا ہوں بلکہ گندگی اور نجاست میں پھینکا گیا ہوں جس سے مجھے بچنا اور دور بھگانا چاہیے، میرے لیے صحیح پوزیشن یہ ہے کہ میں یہاں نان کو اپریٹر کی طرح ہوں اور ذمہ داریوں کو قبول کرنے کی بجائے ان سے کنارہ کروں۔ اس تصور کے ساتھ آدمی دنیا اور اس کے معاملات پر سہمی ہوئی نگاہ ڈالنے لگتا ہے اور بار خلافت کو سنبھالنا تو درکنار بار تمدن کو بھی اپنے سر لیتا ہوا ڈرتا ہے اس کے لیے پورا نظام شریعت بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے عبادات اور آداب و ادب کا یہ مفہوم بالکل ساقط ہو جاتا ہے کہ یہ حیات دنیا کی اصلاح اور فرائض خلافت کی انجام دہی کے لیے تیار کرنے والی چیزیں ہیں۔

برعکس آدمی یہ سمجھنے لگتا ہے کہ عبادات اور چند خاص مذہبی اعمال اس گناہ زندگی کی کفارہ ہیں۔ پس اپنی کوپورے اہمیت سے ٹھیک ناپ تول کے ساتھ انجام دیتے رہنا چاہیے تاکہ آخرت میں نجات حاصل ہو۔
 ”اس ذہنیت نے انبیاء کی امتوں میں سے ایک گروہ کو مراقبہ و مکاشفہ چلے کشی اور ریاضت اور ادوار وظائف و احباب و اعمال، سیر مقامات اور حقیقت کی فلسفیانہ تعبیروں کے چکر میں ڈال دیا ہے اور مستحبات اور نوافل کے التزام میں فرائض سے بھی زیادہ اہمیت کر کے خلافت الہیہ کے اس کام سے غافل کر دیا جن کو جاری کرنے کے لیے انبیاء علیہم السلام آئے تھے۔“

(تجدید و احیائے دین، اشاعت ہشتم جون ۱۳۲۵ء ص ۲۶)

۷: مشائخ عظام کا مقام بہت عالی ہے (حضرت اسماعیل شہیدؒ)

حضرت اسماعیل شہیدؒ فرماتے ہیں:

”خصوصاً صوفیہ صافیہ کے طبقہ کا ان لوگوں میں بڑا مقام عالی ہے، اس سلسلہ میں انہیں بالادستی کا امتیاز حاصل ہے، قوم کے شمسواروں میں ان بزرگوں کے حدود تک پہنچنے میں کوئی بھی کامیاب نہ ہو سکا۔ خواہ جتنی بھی تدبیروں سے انہوں نے کام لیا ہو اور ہزار ہا ہزار قسم کے ساتھ میدان میں اترے ہوں سچ تو یہ ہے جبروں کے سننے کا جسے شوق ہو چلے ہیں کہ ان ہی بزرگوں کی وہ جبروں سے اور دوسروں کے نقش قدم پر چلتا ہو وہ ان ہی کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرے، کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جن کے ہم نشین کبھی ناکام و نامراد نہیں ہوئے، اور ان کے وابستوں میں جو شریک ہو اس نے کبھی کوئی خطرہ

محسوس نہیں کیا کیونکہ اپنی ذمہ داریوں کی خلاف ورزی بزرگوں کی اس جماعت نے کبھی نہیں کی ان کے طور و طریق پر نکتہ چینی نہیں کی گئی۔ بارش کے سامنے جس نے ہاتھ پھیلا دیا وہ میرا بھائی ہو گا اور آدمی اسی کے ساتھ رہتا ہے جسے وہ محبوب رکھتا ہے ۱۱ (عقبات صفحہ ۳۷)

۸ : اکابرین کے راستے سے جٹا ہوا دین کا چور ہے اس کی صحبت زہر قاتل ہے (حدیث مجدد الف ثانی ۱۰)

”اے شرافت اور نجابت کے مرتبہ والے۔ تمام نفیحات کا خلاصہ دینداروں اور شریعت کے پابندوں کے ساتھ میل جول رکھنا ہے اور دین و شریعت کا پابند ہونا تمام اسلامی فرقوں میں سے فوقہ تابعیہ یعنی اہل سنت و جماعت کے طریقہ حق کے سلوک پر وابستہ ہے۔ ان بزرگوں کی متابعت کے بغیر نجات محال ہے اور ان کے عقائد کے اتباع کے بغیر خلاصی دشوار ہے۔ تمام عقلی، نقلی اور کشفی دلیلیں اس بات پر شاہد ہیں۔ ان میں سے کسی میں خلاف احتمال نہیں ہے۔ اگر معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص ان بزرگوں کے سیدھے راستے سے ایک رائی کے برابر بھی الگ ہو گیا ہے تو اس کی صحبت کو زہر قاتل جاننا چاہیے۔ اور اس کی ہم نشینی کو دہرہ رخسار کرنا چاہیے۔ یہاں طالب علم خواہ کسی فرقے سے ہوں۔ دین کے چور ہیں ان کی صحبت سے بھی بچنا ضروری ہے یہ سب فتنہ و فساد جو دین میں پیدا ہوا ہے ان ہی لوگوں کی کنجشٹی سے ہے کہ انہوں نے دنیاوی اسباب کی خاطر اپنی آخرت کو برباد کر دیا ہے۔“

اُولَٰئِكَ الَّذِیْنَ اَسْتَدْرَا الضَّلَالَةُ بِاَلْهٰدٰی فَمَا یَبْحَثُ تِجَارَةً تَمَّ

فَمَا كَانُوْا مُتَحَدِّیْنَ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی پس ان کی اس تجارت نے ان کو نفع نہ دیا اور نہ ہی انہوں نے ہدایت پائی۔ کسی شخص نے ایس کو دیکھا کہ آسودہ اور فارغان بیٹھا ہے اور گمراہ کرنے اور بہکانے سے ہاتھ کوتاہ کیا ہوا ہے اس نے اس کا سہم پوچھا۔ عین نے کہا اس وقت کے برے علماء میرا کام کر رہے ہیں اور گمراہ کرنے اور بہکانے کے ذمہ دار ہوئے ہیں ۱۲

(مکتوب ۲۱۳ دفتر اول مکتوبات امام ربانی)

۹ : صلحا امت کی تحقیر کرنے والا اگر اچھے اور فرّانی ہدایت سے محروم ہے (حدیث شیخ الحدیث)

یضل بہ کثیرا ویهدی بہ کثیرا گمراہ کرتا ہے خدا تعالیٰ اس مثال سے بہتروں کو ہدایت

وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ • الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ
 عَهْدَ اللَّهِ مِنْ أَجْلِ مَنَافَتِهِ • وَيَقْطَعُونَ مَا
 آمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُقْصَلَ وَيُفْسِدُونَ
 فِي الْأَرْضِ • أُولَئِكَ هُمُ الْخَالِدُونَ
 کرتا ہے اس سے بہتروں کو اور گمراہ نہیں کرتا اس
 مثال سے مگر بدکاروں کو جو توڑتے ہیں خدا کے عہد کو
 مضبوط کرنے کے بعد اور قطع کرتے ہیں اس چیز کو جس
 کو اللہ نے فرمایا ملانے کو اور فساد کرتے ہیں ملک
 میں وہی ہیں ٹوٹے والے (ترجمہ حضرت شیخ الہند)

تفسیری نوٹ: اس کلام سرایا ہدایت سے بہتروں کو گمراہی میں ڈالنا اور بہتروں کو راہ راست دکھانا
 منظور ہے یعنی اہل حق اور اہل باطل میں تمیز تمام منظور ہے (جو نہایت مفید اور ضروری ہے قطع کرتے ہیں
 اس چیز کو جس کو اللہ نے فرمایا ملانے کو جیسے قطع رحم کرنا، انبیاء اذلاء وغنیلین اور مومنین اور نماز اور دیگر عہد
 امور خیر سے اعراض کرنا، فساد سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کو ایمان سے نفرت دلاتے تھے اور مخالفان اسلام
 کو ورغلا کر مسلمانوں سے مقابلہ کراتے تھے اور حضرات صحابہ اور صلحاء امت کے عیوب نکال کر تشہیر کرتے تھے
 تاکہ آپ کی اور دین اسلام کی بے وقعتی لوگوں کے ذہن نشین ہو جائے اور مسلمانوں کا راز مخالفوں تک پہنچائے
 تھے اور طرح طرح کی رسوم و بدعات خلاف طریقہ اسلام پھیلانے میں سعی کرتے تھے لیکن ان حرکات
 ناشائستہ سے اپنا ہی کچھ کھوتے ہیں۔ تو بہن اسلام اور تحقیر صلحاء امت کچھ بھی نہ ہو سکے گی۔
 (حضرت شیخ الہند ج ۲)

۱۰: فلاح تین چیزوں پر موقوف ہے

حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:-

”خواجہ جمال الدین حسینی جوانی کے وقت کو نصیحت جابن اور جہاں تک ہو سکے حق تعالیٰ کی رضا مندی
 میں صوف کرے۔ یعنی اول لازم ہے کہ اپنے عقائد کو اہل سنت و جماعت و شکر اللہ تعالیٰ سیحیم ر اللہ تعالیٰ ان
 کی کوششوں کو مشور فرمائے) کے عقائد کے مطابق اپنے عقائد کو ٹھیک کریں۔ دوسرے احکام شرعیہ فقہیہ
 کے موافق عمل کریں اور تیسرے صوفیہ کرام قدس سرہم کے بلند طریقہ پر سلوک طے کریں۔
 وَمَنْ وَفَّقَ لِهَذَا اَحَدًا فَارْتَوِزْ اَعْظَمْنَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْ هَذَا فَقَدْ خَسِرَ
 خُسْرَانًا مُّبِينًا۔

جس کو اس کی توفیق حاصل ہوئی وہ دونوں جہان میں برا کا میاب ہو لیا اور جہان سے محروم رہا اس کو
 بڑا خسارہ حاصل ہوا۔

(مکتوب علیہ دفتر اول مکتوب امام ربانی)

اسلامی نظام کی حقیقت

۱ : موجودہ معاشرہ میں حدود کا نفاذِ ظلم ہے (مودودی)

روٹینیکین جہاں حالات اس سے مختلف ہوں، جہاں عورتوں اور مردوں کی سوسائٹی محفوظ رکھی گئی ہو جہاں مدرسوں میں دفاتروں میں، کلبوں میں اور تفریح گاہوں میں خلوت اور جلوت میں ہر جگہ جوان مرد اور بنی نفس عورتوں کو آزادانہ ملنے جلنے اور ساتھ اٹھنے بیٹھنے کا موقع ملتا ہو، جہاں ہر طرف بے شمار صنعتی محرکات پھیلے ہوئے ہوں اور ازدواجی رشتہ کے بغیر خواہشات کی تسکین کے لیے ہر قسم کی سہولیتیں ہی موجود ہوں، جہاں معیار اخلاق بھی اتنا پست ہو کہ ناجائز تعلقات کو کچھ معیوب نہ سمجھا جاتا ہو، ایسی جگہ زنا اور نفرت کی شرعی حد جاری کرنا بلا بشرِ ظلم ہوگا؟

اجاب: اسی پر حد مرتبہ کو قیاس کر لیجیے کہ وہ صرف اس سوسائٹی کے لیے مقرر کی گئی ہے جس میں اسلام کے معاشی قصود اور اصول اور قوانین پوری طرح نافذ ہوں اور جہاں یہ نظم معیشت نہ ہو وہاں جوہر کے ہاتھ کا شمارِ ظلم ہے۔
تہذیبات حصہ دوم ص ۲۸۴

نوٹ: ان دو اقتباسات سے یہ واضح ہو گیا کہ مودودی موجودہ زمانہ میں حد نفرت جہد زنا اور حد مرتبہ کے نفاذ کو ظلم سمجھتے ہیں۔
دوسرے ظلم سے مراد یہ ہے ایک قسماً خود ظالمانہ دوسرے مظلومی تیار نہیں ہوا اور سزا عظیم دی جائے تو یہ دہرا ظلم ہوا۔ اگر باری تعالیٰ کی شان میں ذرہ برابر ظلم ثابت کیا جائے پھر وہ نام ہی نہیں بلکہ ظلم غصے کا۔ یورپ کے عیسوی اور زندقہ جی تو قصودِ شرعی کو ظالمانہ سزا دیتے ہیں۔ عہدہ ہے جرائم کا شریعت یا صفات الہیہ یا اسما الہیہ میں فرق جان لے گا سے پیداکرے اور ذائقہ وہ ہے جو باری تعالیٰ کی یا شان کی مراد نہ سمجھے اور غلط مطلب سے پیداکرے۔ ذندقہ پیدائشی طور پر کم عقل واقع ہوتا ہے۔ دیانت علیٰ من مروجہ کے نہ لےنے میں بعض ذندقوں اور عہدوں نے بھی اسی قسم کا شرناظلیا قصار اسی اسلامی قوانین کے نفاذ کے لیے مظلومی تیار نہیں ہوا اور بعض غیبت تو صاف کہتے تھے کہ موجودہ ترقی یافتہ زمانہ میں جو وہ سویریں پر اپنا قانون کیسے چلی سکتا ہے۔ آنا کلامی بہت سے مغرب زدہ لوگوں کی کہتے ہیں، مودودی نے بھی کہا ہے جو آنا کلام کے گراہ لوگ اپنی جہالت میں کہہ رہے ہیں، صرف الفاظ اور جہاد پران کا فرق ہے۔ علامہ شمس احمد عثمانی نے خطبہ صدارت دہاکر میں ایسے لوگوں کو اچھ فرط جواب دیا ہے

سلامی نظام کی حقیقت

۱ : موجودہ معاشرہ میں حدود کا نفاذِ ظلم ہے (مودودی)

روٹینیکین جہاں حالات اس سے مختلف ہوں، جہاں عورتوں اور مردوں کی سوسائٹی مخلوط رکھی گئی ہو جہاں مدرسوں میں دفاتروں میں، کلبوں میں اور تفریح گاہوں میں خلوت اور جلوت میں ہر جگہ جوان مرد اور بی بی عورتوں کو آزادانہ ملنے جلنے اور ساتھ اٹھنے بیٹھنے کا موقع ملتا ہو، جہاں ہر طرف بے شمار صنعتی محرکات پھیلے ہوئے ہوں اور ازدواجی رشتہ کے بغیر خواہشات کی تسکین کے لیے ہر قسم کی سہولیتیں ہی موجود ہوں، جہاں معیار اخلاق بھی اتنا پست ہو کہ ناجائز تعلقات کو کچھ معیوب نہ سمجھا جاتا ہو، ایسی جگہ زنا اور نفرت کی شرعی حد جاری کرنا بلا بشرِ ظلم ہوگا؟

اجاب: اسی پر حد مرتبہ کو قیاس کر لیجیے کہ وہ صرف اس سوسائٹی کے لیے مقرر کی گئی ہے جس میں اسلام کے معاشی قصود اور اصول اور قوانین پوری طرح نافذ ہوں اور جہاں یہ نظم معیشت نہ ہو وہاں جوہر کے ہاتھ کا شمارِ ظلم ہے۔
تہذیبات حصہ دوم ص ۲۸۴

نوٹ: ان دو اقتباسات سے یہ واضح ہو گیا کہ مودودی موجودہ زمانہ میں حد نفرت جہد زنا اور حد مرتبہ کے نفاذ کو ظلم سمجھتے ہیں۔

دوسرے ظلم سے مراد یہ ہے ایک قسماً خود ظالمانہ دوسرے مظلومی تیار نہیں ہوا اور سزا عطا نہ کی جاسکے تو یہ دہرا ظلم ہوا۔ اگر باری تعالیٰ کی شان میں ذمہ ہر پر ظلم ثابت کیا جائے پھر وہ نام ہی نہیں بلکہ ظلم غصہ سے لگا۔ یورپ کے عیسوی اور زندقہ جی تو قصودِ شرعی کو ظالمانہ سزا دیتے ہیں۔ عہدہ ہے جرائم کا شریعت یا صفات الہیہ یا اسما الہیہ میں فرق جان لکھا سے پیدا کر کے اور ذائقہ وہ ہے جو باری تعالیٰ کی یا شانہ کی مراد نہ سمجھے اور غلط مطلب سے پایہ اُکھڑے۔ زندقہ تہذیبِ متمدنی پر یکم عقل واقع ہوتا ہے۔ ریافت علیٰ من مروجہ کے زہن نے بعض زندقہ فروشوں اور عہدوں نے بھی اسی قسم کا شرناک طریقہ اختیار کیا۔ اسلامی قوانین کے نفاذ کے لیے مظلومی تیار نہیں ہوا اور بعض غیبت تو صاف کہتے تھے کہ موجودہ ترقی یافتہ زمانہ میں جو وہ سویرے ہی پر آنا قانون کیسے چل سکتا ہے۔ آج کل بھی بہت سے مغرب زدہ لوگوں کی کہتے ہیں، مودودی نے غلط کیا ہے جو آج کل کے گمراہ لوگ اپنی جہالت میں کہہ رہے ہیں، صرف اخلاق الہیہ پر ان کا فرق ہے۔ علامہ شمس احمد عثمانی نے خطبہ صدارت دہاک میں ایسے لوگوں کو اچھوٹ کر جواب دیا ہے

۲ : ماحول تیار نہ ہونے کا عذر لنگھتا اور بے معنی ہے (علامہ عثمانی)

”بہت سے مغرب زدہ لوگ جو اپنی اسلامی بصیرت کھو چکے ہیں اور جو خفاش کی طرح ظلمت سے نکل کر روشنی میں آنے کا ارادہ بھی نہیں رکھتے بلکہ اور دل کا راستہ بھی روکن چاہتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ چودہ سو برس کا معاہدہ اللہ فرمودہ نظام اس نئی روشنی کی دنیا میں کہاں چل سکتا ہے؟ لیکن جو نئی دنیا کی طرح طرح کی نئی روشنیوں کے باوجود کروڑوں برس کے فرمودہ شمس و قمر سے ہنوز بے نیاز نہیں ہو سکی۔ تو چودہ سو برس کے قرآنی نظام سے اس کا آنکھیں چراتا کہاں ملک حق بجانب ہو سکتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ قرآنی نظام چلانے کے لیے ابھی ماحول تیار نہیں۔ لیکن قرآنی جس وقت دنیا میں آیا، اگر ماحول کی تیاری اور فضا کی سازگاری کا انتظار کرتا، تو شاید قیامت تک بھی یہ انتظار ختم نہ ہوتا قرآن تو اپنے لیے خود ماحول بناتا ہے اور قرآنی نظام کے نافذ ہونے سے بڑی حد تک فضا برلنے لگتی ہے۔ آپ سعودی حکومت ہی کو دیکھ لیجئے صرف دو تین دن چوروں کا ہاتھ کٹنے کے بعد حجاز جیسے ملک میں چوری کا ریک بھی باقی نہیں رہا۔ اور ان متورین کو یہ سن کر تعجب ہوگا اور شاید کچھ انوس بھی ہو کہ حجاز میں شہدوں اور بچوں کا کوئی بڑا شہر تو کچھ چھوٹا سا گاؤں بھی کہیں نظر نہیں آتا۔ آسمانی قانونی کے اجراء کی یہی توبہ است ہے کہ اس میں جرم کی سزا جرم کو روکتی ہے، مجرم کو جیل بھیج کر پکٹا اور دگرگیزی یافتہ مجرم نہیں بنایا جاتا۔“

”لوگ کہتے ہیں کہ قطعید و حیثانہ سزا (ظلم) ہے جو اس دور تہذیب کے شایان نہیں۔ مگر جس جرم کی یہ سزا ہے وہ کون سا مہذب فعل ہے۔ پس اگر ایک دو وحشوں کے ارتکاب سے ہزاروں وحشوں کا خاتمہ ہوتا ہو تو مہذب سوسائٹی کو خوش ہونا چاہیے کہ ان کے تہذیبی مشن کے کامیاب ہونے میں اس سے بڑی مدد ملی۔“

”اچھا خیر! اگر ان حضرات کو یہی امر ہے کہ مریض کے تندرست ہونے کے بعد دوا کا بندوبست کیا جائے یعنی پہلے ماحول ٹھیک کر لو پھر قانون اسلامی جاری کریں گے۔“ خطبہ صدارت ڈھاکہ (۱۹۷۹ء)

۳ : کنسز الد قائف اور ہدایہ اور عالمگیری کے حاملین قابلِ لعنت ہیں (مودودی)

”کہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ دینی پیشواؤں سے جواب طلبی فرمائے گا کہ تم نے قرآن کے سوا فقہ کے احکام کی تعمیل پر لوگوں کو کیوں مجبور کیا تھا یہاں تک کہ وہ تنگ آکر سرے سے دین چھوڑنے پر آمادہ ہو گئے اور تم نے ان کے واسطے احکام دین میں تغیر و تبدل کر کے ان کو آسان کیوں نہ بنایا، تو امید نہیں کہ کسی عالم دین کو کنسز الد قائف اور ہدایہ اور عالمگیری کے مصنفین کے دامنوں میں پناہ مل سکے گی البتہ جملہ کتبہ جواب دہ“

کرنے کا موقع ضرور مل سکے گا۔ اِنَّا رَبَّنَا اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُتِبَ عَلَانَا فَاَصْلَوْنَا السَّبِيلَ اَعَزَّ كُنَّا اَتَقِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْصَمُ لَعْنَا اَكْبَرًا۔

ترجمہ: یا اللہ ہم نے تابعی اور اہل کی اپنے نہ سزاواروں اور اپنے بڑوں کی تو گمراہ کیا انہوں نے ہم کو صحیح راستہ سے اے ہمارے رب انہیں دو چند عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت نازل فرما :
(ترجمہ ان القرآن بابت جولائی اگست سالانہ حقوق الروحین ص ۷۲)

۴ : کمال آتائے ترک کے لادینی قوانین کے خلاف ترکی میں

اسلامی قانون پر علماء و مشائخ کا اصرار حاکمیت نہ تھا (مودودی)

”ایک طرف ترکی کی قوم میں اتنے بڑے انقلاب کی ابتدا ہو رہی تھی دوسری طرف ترکی کے علماء و مشائخ تھے کہ چوتھی صدی کے بعد اجتہاد کا دور عازہ بند ہو چکا ہے وہ ابھی تک فلسفہ و کلام کی وہی کتابیں پڑھانے میں مشغول تھے جن کو چھپک کر زمانہ پانچ سو برس آگے بڑھ چکا تھا۔ وہ اب بھی اپنے نہ و غفلتوں میں قرآن کی وہی تفسیر اور وہی ضعیف حدیثیں سناتے تھے جن کو سن کر آج کل کے دماغ صرف ان مفسرین اور محدثین ہی سے نہیں بلکہ خود قرآن اور حدیث سے بھی منحرف ہو جاتے ہیں وہ اب بھی اصرار کر رہے تھے کہ ترکی قوم میں وہی طبعی قوانین نافذ کئے جائیں گے جو شامی اور کنز الدقائق میں لکھے ہوئے ہیں۔“

”پرانے مذہبی خیال کے لوگ نوجوان ترکوں پر کفر و فسق کا فتویٰ لگا رہے ہیں۔ مگر ان کو خبر نہیں کہ زیادہ گناہگار تو ترکی کے علماء و مشائخ ہیں انہیں کے جمود نے ایک مجاہد قوم کو اسلامیہیت سے فرنگیت کی طرف دھکیلا ہے۔“
(تفہیمات صفحہ ۸۲ تا ۸۵ ص ۲۹)

۵ : دنیا کو ایک نئے سلام کی ضرورت ہے پرانا ڈھانچہ بوسیدہ ہو چکا ہے (مودودی)

اسلام میں ایک نشاۃ جدیدہ کی ضرورت ہے پرانے اسلامی مفکرین و محققین کا سرمایہ اب کام نہیں کر سکتا دنیا اب بہت آگے بڑھ چکی ہے اس کو اب اسٹے پاؤں ان منازل کی طرف واپس لے جانا ممکن نہیں ہے جن سے وہ چھ سو برس پہلے گزر چکی ہے :
(تفہیمات صفحہ ۱۶ ص ۱۹)

۶ : (الف) رفعت کا نیا مجموعہ

قدیم کتابیں اب درس و تدریس کے لیے کار آمد نہیں ہیں۔

”چند ایسے فضلاء کی خدمات حاصل کی جائیں جو مذکورہ بالا علوم پر جدیدہ کتابیں تالیف کریں خصوصیت کے ساتھ اصول فقہ، احکام فقہ، اسلامی معاشیات، اسلام کے اصول عمران اور حکمت قرآن پر جدیدہ کتابیں لکھا نہایت ضروری ہیں کیونکہ قدیم کتابیں اب درس و تدریس کے لیے کارآمد نہیں ہیں اور باب اجتہاد کے لیے بلاشبہ ان میں اچھا مواد مل سکتا ہے۔ مگر ان کا جو ان کا توں لے کر موجود زمانے کے پڑھانا طلباء کو پڑھانا بالکل ہی بے سود ہے۔“

(تفہیمات سلسلہ ۳ ص ۳۴۳)

ر ب، (۱) ایک نیا مجموعہ قوانین اسلام کا مرتب کرنے کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ قدیم فقہی کتابوں میں جتنے احکام بیان کئے گئے ہیں ان میں زیادہ تر عام انسانی حالات کو پیش نظر رکھا گیا ہے ان احکام کو حفظ بلفظ لے کر ہر جگہ ہر معاملہ پر بے تکلف جاری کر دینا اصلاً غلط ہے ان کی صحیح تفہیم و موقوف ہے اس پر کہ :-

اولاً جس اسلامی معاشرے میں ان کو نافذ کیا جا رہا ہے اس کے اخلاقی، تمدنی، معاشرتی اور معاشی حالات کو پیش نظر رکھا جائے یہ بھی دیکھا جائے کہ ان کے اجتماعی عادات و خصائل اور رسم و رواج کس قسم کے ہیں وہ کس ماحول میں رہتے ہیں اس ماحول کے ان پر کیا اثرات ہیں اور ان کی سیرت، اور ان معاملات میں اسلام کا اثر کس قدر قوی یا ضعیف ہے، بیرونی اثرات سے ان کے اسلامی خصائص میں کس قدر فرق واقع ہوا ہے اور تمدنی حالات سے معاملات کی فقہی حیثیت میں کیا تغیرات رونما ہوئے ہیں ؟

ثانیاً ہر مقدمہ کے مخصوص انفرادی، عیلات پر نظر رکھی جائے فریقین کی سیرت، عمر، تعلیم، جسمانی حالات، معاشی اور تمدنی حیثیت، گزشتہ تاریخ، خاندانی روایات، اور ان کے طبقے کے عام حالت سب پر نگاہ ڈال کر رائے قائم کی جائے ایک خاص جزوی معاملہ میں ان پر قانون کا نفاذ کس طریقہ سے کیا جائے جس سے قانون کا مقصد بھی ٹھیک ٹھیک پورا ہو جائے اور اصول قانون سے انحراف بھی نہ ہونے پائے ؟

(حقوق الزوجین - اپریل ۱۹۶۶ء ص ۹)

۷ : فقہاء کے اجتہادات اس زمانہ میں ناقابل اطلاق ہیں

معاشرہ کی تبدیلی کے ساتھ قوانین اسلام میں رد و بدل (مردودی)

الف : قدیم فقہی کتابوں میں جتنے احکام بیان کئے گئے ہیں ان میں زیادہ تر عام انسانی حالات کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ ان احکام کو حفظ بلفظ لے کر ہر جگہ ہر معاملہ پر بے تکلف جاری کر دینا اصلاً غلط ہے۔ ان کی صحیح تفہیم و موقوف ہے اس پر کہ اولاً جس اسلامی جماعت میں ان کو نافذ کیا جا رہا ہے اس کے اخلاقی، تمدنی، معاشرتی اور معاشی

حالات کو پیش نظر رکھا جائے یہ بھی دیکھا جائے کہ ان کے اجتماعی عادات و خصائل اور رسم و رواج کس قسم کے ہیں؟
(حقوق الزوجین ص ۶۹)

ب۔ جو حالات عہد رسالت اور عہد صحابہ میں عرب اور دنیا نے اسلام کے تھے لازم نہیں کر لیئے وہی حالات ہر زمانے اور ہر ملک کے ہوں۔ لہذا احکام اسلامی پر عمل کرنے کی جو صورتیں ان حالات میں اختیار کی گئی تھیں ان کو بہرہ و تمام زمانوں اور تمام حالات میں قائم رکھنا اور مصالح اور حکم کے لحاظ سے ان کے جزئیات میں کسی قسم کا رد و بدل نہ کرنا ایک طرح کی رسم پرستی ہے جس کو رد و اسلام سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ (تفہیمات حصہ دوم ص ۳۳)

۸: جدید مسائل حل کرنے کیلئے نئی قوتِ اجتہاد کی ضرورت ہے (مودودی)

اور دوسرا سبق جو اسی سے قریب الماخذ ہے یہ ہے کہ اب تجدید کا کام نئی اجتہادی قوت کا مطالب ہے محض وہ اجتہادی بصیرت جو شاہ ولی اللہ صاحبؒ یا ان سے پہلے کے مجتہدین و مجددین کے کارناموں میں پائی جاتی ہے اس وقت کے کام سے عہدہ برآ ہونے کے لیے کافی نہیں ہے۔ جاہلیتِ جدیدہ بے شمار نئے مسائل کے ساتھ آئی ہے اور اس نے بے حساب نئے مسائلِ زندگی پیدا کر دیئے ہیں جن کا وہم تک شاہ صاحبؒ اور دوسرے قدماء کے ذہن میں نہ گزرا تھا۔ صرف اللہ جل جلالہ کے علم اور اس کی بخشش سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بصیرت پر یہ حالات روشن تھے۔ لہذا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہی وہ تنہا ماخذ ہے جن سے اس دور میں تجدید ملت کا کام کرنے کے لیے رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے اور اس رہنمائی کو اخذ کر کے اس وقت کے حالات میں شاہراہ عمل تعمیر کرنے کے لیے ایسی مستقل قوتِ اجتہاد پر درکار ہے جو مجتہدینِ سلف میں سے کسی ایک کے علوم اور مہاج کی پابند نہ ہو اگرچہ استفادہ ہر ایک سے کرے اور پرہیز کسی سے نہ کرے؟
(تجدید و احیائے دین۔ اشاعتِ ہشتم جون ۱۹۶۳ء ص ۱۲۹)

۹: حکمت اور اجتہاد کی حقیقت (مولانا محمد قاسم صاحبؒ)

بعد غور بشرطِ سلامتِ ذہن و شہادتِ عقل یوں معلوم ہوتا ہے کہ لفظ حکم و حکمت سے جو کلام اللہ میں جا بجا آتا ہے علم نسبتِ حکمیہ حقیقیہ احکام شرعیہ مراد ہے لیکن نسبتِ حکمیہ حقیقیہ کی حقیقت شرح طلب ہے اس لیے گزارش ہے کہ کوئی صفت کس موصوف میں بالذات ہوتی ہے اور کس موصوف میں بالعرض موصوف میں وہ صفت بالذات ہے وہ موصوف تو اس صفت کا محکوم علیہ حقیقی ہے اور وہ صفت اس موصوف کیلئے

محکوم بہ حقیقی اگرچہ بوجہ مفقود ہونے عمل مواظاة کے باعتبار طرف صفت و موصوف کو محکوم علیہ و محکوم بہ نہ کہہ سکیں
 علیٰ ہذا القیاس نسبت فی مابین نسبت حکمیہ حقیقیہ ہے اور اگر مابین صفت و موصوف ارتباط اور اتصاف ذاتی
 نہیں تو سب مجازی سمجھیے، مگر نسبت حقیقیہ کی اطلاع تین طریق سے مقصور ہے۔ محکوم علیہ سے محکوم بہ کو دریافت
 کیجئے اور اس طریق سے نسبت فیما بین کو دریافت کر لیجئے یا دونوں کو دریافت کیجئے اور نسبت فیما بین کو پہچانئے
 یا محکوم بہ سے محکوم علیہ کی طرف جائیے اور نسبت فیما بین کی خبر لائیے، مگر چونکہ شکل اول میں طرف اول اعمیٰ محکوم علیہ کا علم
 ضروری ہے اور شکل ثالث میں طرف ثانی کا علم لابد ہے اور شکل ثانی میں دونوں کی اطلاع کی اول حاجت ہے تو بالظہور
 حکماء دین مراتب حکمیہ میں بترتیب متفاوت ہوں گے۔ معہذا سواہ طریق اول کے محکومات بہا کی اطلاع بجز تقلید
 انبیاء متصور نہیں کیونکہ عقول ناقصہ ادراک محکومات علیہا میں کافی نہیں، علاوہ بریں ایک محکوم علیہ کا علم اس کے سارے
 لوازم اعمیٰ محکومات بہا کو مستلزم ہو سکتا ہے اور محکوم بہ کا علم اگر مستلزم بھی ہووے تو ایک ہی محکوم علیہ کے علم کو مستلزم ہوتا
 ہے اس وجہ سے بھی مرتبہ اول قابل اولیت ہے پھر باقی وجہ کہ مرتبہ ثالث اول و ثانی سے بالذات متاخر ہے اس کا مرتبہ
 بھی ان دونوں کے بعد ہی ہوگا۔ سو مرتبہ اول بدرجہ کمال تو انبیاء ہی کے ساتھ مخصوص نظر آتا ہے اگرچہ کسی قدر متبعان
 با اخلاص بھی ان کے شریک ہوں چنانچہ قبل ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تخیۃ الوضو پر حضرت بلالؓ کا مداومت فرمانا اور بہت سے
 احکام میں حضرت عمرؓ کے موافق دینی کا اناس پر شاہد ہے علیٰ ہذا القیاس حضرت بازید بسطامیؒ اور حضرت شیخ علی الدین عربیؒ کے وہ
 اقوال جن سے احکام شرعیہ بے درس و تدبیر فقط بموجب نزہۃ اللہ ان کا مطلع ہونا ثابت ہوتا ہے عجب نہیں کہ اس پر محمول ہوا اور
 احتمال ہے کہ فقط علم احکام مراد ہوئے اس کے کہ ان کے محکومات علیہا معلوم ہوں چہ جائے کہ اس سے محکومات بہا اعمیٰ احکام
 کی طرف ذہن کو اتعال واقع ہوا ہو اور مرتبہ ثانی کا براویا و معتہدان بالافاق کے لیے ہے، رابع مرتبہ ثالث وہ معرکہ آرا ادبیات
 ہے۔ ماوراء اس کے تقلید بحث ہے۔ بظاہر علم ہے اور حقیقت میں جبل ہے۔ الغرض جو شخص علیٰ بعیدہ اور قریب پر مطلع ہوگا وہ عالم
 اور حکیم کامل اور مصداق ومن یوقی الحکمۃ فقد اوقیٰ خیراً کشیدہ ہوگا ورنہ اگر لوح محفوظ کا بھی حافظ
 ہو تو عالم نہیں جاہل ہے۔ (آب حیات ص ۱۰۶)

باب (۹)

تقلید کے متعلق

۱: تقلید کے بارے میں (مودودی)

میرے نزدیک صاحب علم آدمی کے لیے تقلید ناجائز اور گناہ بلکہ اس سے بھی کچھ شدید تر چیز ہے (یعنی شرک و کفر) یا
(رسائل مسائل جلد اول ص ۲۴۴)

۲: اپنے بارے میں (مودودی)

میں نہ مسلک اہل حدیث کو اس کی تمام تفصیلات کے ساتھ صحیح سمجھتا ہوں اور نہ حنفیت یا شافعییت کا پابند ہوں۔ لیکن کوئی وجہ نہیں کہ جماعت اسلامی میں جو لوگ شریک ہوں ان کا فقہی مسلک لازماً میرے فقہی مسلک کے مطابق یا اس کے تابع ہو۔ (رسائل مسائل ص ۲۳۵ جلد اول طبع دوم)

۳: تقلید مامور من اللہ ہے

حضرت مولانا رشید احمد گلوہی فرماتے ہیں:

۱۔ تقلید مطلق فرض ہے بقولہ تعالیٰ فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون الا یہ۔ حق تعالیٰ نے اس آیت میں مطلق تقلید کو فرض فرمادیا ہے اور تقلید کے دو فرد ہیں ایک شخصی کہ سب مسائل ضروریہ ایک ہی عالم سے پوچھ کر عمل کرے دوسرے غیر شخصی کہ جس عالم سے چاہے دریافت کر لے اور آیت بسبب اپنے اطلاق کے دونوں قسم تقلید کو متضمن ہے لہذا دونوں قسم کی تقلید مامور من اللہ تعالیٰ اور مفروض حق تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور جس فرد تقلید پر کوئی عمل کریگا۔ حق تعالیٰ کے حکم فرض کا عامل ہوگا۔ لہذا جو شخص تقلید شخصی کو جو مامور مفروض من اللہ تعالیٰ ہے۔ شرک یا بدعت کہتا ہے وہ جاہل و گمراہ ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ کی مخالفت میں خدا تعالیٰ کے مفروض کو شرک کہتا ہے ۵ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۱۸)

احکام شریعت میں قطع برید

۱ : متعہ کی حرمت قرآن سے ثابت نہیں (مودودی)

متعہ کی حرمت قرآن سے ثابت ہے (حضرت شیخ الحداد)

سورہ مومنوں کی آیت وَالَّذِينَ هُمْ يُعْتَبِرُونَ يَتَذَكَّرُونَ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ (اور کامیاب ہیں وہ لوگ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ موائی بیویوں اور باندیوں کے) کی تفسیر میں مودودی لکھتے ہیں :-

”و بعض لوگوں نے متعہ کی حرمت بھی اس آیت سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ان کا استدلال یہ ہے کہ متعہ عورت نہ تو بیوی کے حکم میں ہے اور نہ لونڈی کے حکم میں۔ لونڈی تو ظاہر ہے کہ وہ نہیں ہے اور بیوی اس لیے نہیں ہے کہ زوجیت کے لیے جتنے قانونی احکام ہیں ان میں سے کسی کا بھی اس پر اطلاق نہیں ہوتا۔ وہ نہ مرد کی وارث ہوتی ہے۔ نہ مرد اس کا وارث ہوتا ہے، نہ اس کے لیے عدت ہے۔ نہ طلاق، نہ نفقہ نہ ایثار، نہ نکاح، نہ طلاق وغیرہ بلکہ چار بیویوں کے مقررہ حد سے بھی وہ مستثنا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ آیت تحریم متعہ کے بارے میں صریح بھی نہیں اور اس سے تخمینہ پر استدلال ان ثابت شدہ احادیث کے بھی خلاف ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے فحش مکہ تک جائز رکھتے رہے لہذا متعہ کی حرمت قرآن کے کسی صریح حکم پر مبنی نہیں بلکہ سنت پر مبنی ہے اور متعہ کو مطلقاً حرام قرار دینے یا مطلقاً مباح ٹھہرانے میں شیعوں اور اشیعوں میں جو اختلاف پایا جاتا ہے اس میں بحث و مناظرہ نے بیجا شدت پیدا کر دی ہے ورنہ حق معلوم کیا کیسا مشکل نہیں ہے۔

انسان کو لمبا اوقات ایسے حالات سے سابقہ پیش آ جاتا ہے جس میں نکاح ممکن نہیں ہوتا اور وہ زانیہ متعہ میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے ایسے حالات میں زنا کی نسبت متعہ کو لینا بہتر ہے مثلاً فرض کیجئے کہ ایک جہاز سمندر میں ٹوٹ جاتا ہے۔ اور ایک مرد عورت تختے پر بیٹھے ہوئے ایک سنان

احکام شریعت میں قطع برید

۱ : متعہ کی حرمت قرآن سے ثابت نہیں (مودودی)

متعہ کی حرمت قرآن سے ثابت ہے (حضرت شیخ الحداد)

سورہ مومنوں کی آیت وَالَّذِينَ هُمْ يُعْتَبِرُونَ يَلْعَنُونَ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ (اور کامیاب ہیں وہ لوگ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ موانہ بیویوں اور باندیوں کے) کی تفسیر میں مودودی لکھتے ہیں :-

”و بعض لوگوں نے متعہ کی حرمت بھی اس آیت سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ان کا استدلال یہ ہے کہ متعہ عورت نہ تو بیوی کے حکم میں ہے اور نہ لونڈی کے حکم میں۔ لونڈی تو ظاہر ہے کہ وہ نہیں ہے اور بیوی اس لیے نہیں ہے کہ زوجیت کے لیے جتنے قانونی احکام ہیں ان میں سے کسی کا بھی اس پر اطلاق نہیں ہوتا۔ وہ نہ مرد کی وارث ہوتی ہے۔ نہ مرد اس کا وارث ہوتا ہے، نہ اس کے لیے عدت ہے۔ نہ طلاق، نہ نفقہ نہ ایثار، نہ نکاح، نہ طلاق وغیرہ بلکہ چار بیویوں کے مقررہ حد سے بھی وہ مستثنا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ آیت تحریم متعہ کے بارے میں صریح بھی نہیں اور اس سے تخمینہ پر استدلال ان ثابت شدہ احادیث کے بھی خلاف ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے فحش مکہ تک جائز رکھتے رہے لہذا متعہ کی حرمت قرآن کے کسی صریح حکم پر مبنی نہیں بلکہ سنت پر مبنی ہے اور متعہ کو مطلقاً حرام قرار دینے یا مطلقاً مباح ٹھہرانے میں شیعوں اور اشیعوں میں جو اختلاف پایا جاتا ہے اس میں بحث و مناظرہ نے بیجا شدت پیدا کر دی ہے ورنہ حق معلوم کیا کیسا مشکل نہیں ہے۔

انسان کو لمبا اوقات ایسے حالات سے سابقہ پیش آ جاتا ہے جس میں نکاح ممکن نہیں ہوتا اور وہ زانیہ متعہ میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے ایسے حالات میں زنا کی نسبت متعہ کو لینا بہتر ہے مثلاً فرض کیجئے کہ ایک جہاز سمندر میں ٹوٹ جاتا ہے۔ اور ایک مرد عورت تختے پر بیٹھے ہوئے ایک سنان

جزیرہ میں جا پہنچتے ہیں جہاں کوئی آبادی موجود نہ ہو وہ ایک ساتھ رہنے پر مجبور ہیں اور شرعی شرائط کے مطابق ان کے درمیان نکاح بھی ممکن نہیں ہے۔ ایسی حالت میں ان کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ باہم خود ہی ایجاب قبول کر کے اس وقت تک کے لیے عارضی نکاح کر لیں جب تک آبادی میں نہ پہنچ جائیں کم و بیش ایسے ہی اضطرار کی صورتیں اور بھی ہو سکتی ہیں۔ متعہ اسی طرح کی اضطراری حالتوں کے لیے ہے جو از مجامعت اضطرار اور ابدی حرمت کے خلاف نہیں ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ ہے بالکل اسی طرح جیسے مردار کو بحالت اضطرار کھالینا اس ابدی حرمت کے خلاف نہیں جو قرآن سے ثابت ہے :

(ترجمان القرآن جلد ۱۴ ص ۷ اگست ۱۹۵۵ء)

۲ : متعہ کی حرمت کا قرآن سے ثبوت وَأَحِلَّ لَكُمْ مَا ذَرَأَ ذَاكُمُ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ

مُحْصِنَاتٍ عَذْرَاءِ مُسْلِمَاتٍ ط کی تشریح میں حضرت شیخ الہند فرماتے ہیں :
یعنی جن عورتوں کی حرمت بیان ہو چکی ان کے سوا سب حلال ہیں چار شرطوں کے ساتھ اول یہ کہ طلب کرو یعنی زبان سے ایجاب و قبول دونوں طرف سے ہو جائے، دوسری یہ کہ مال یعنی ہر دینا قبول کرو۔ تیسری یہ کہ ان عورتوں کو قید میں لانا اور اپنے قبضہ میں رکھنا مقصود ہو صرف مستی زکان اور شہوت رانی مقصود نہ ہو جیسا کہ زنا میں ہوتا ہے یعنی ہمیشہ کے لیے وہ اس کی زوجہ ہو جائے چھوٹے بغیر کبھی نہ چھوٹے مطلب یہ کہ کوئی مدت مقرر نہ ہو اس سے متعہ کا حرام ہونا معلوم ہو گیا !
(ترجمہ و تفسیر حضرت شیخ الہند و علامہ عثمانی ر ۷)

۳ : نماز قصر کے لئے مسافت کا شریعت میں کوئی تعین نہیں (مودودی)

۱۰ فقہاء کے اراد اس معاملے میں مختلف ہیں چنانچہ قصر صلوٰۃ کے لیے کم از کم ۹ میل اور زیادہ سے زیادہ اڑتالیس میل کا نصاب مقرر کیا گیا ہے۔ اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ سے اس معاملہ میں کوئی صریح ارشاد منقول نہیں ہے۔ نفس صریح کی غیر موجودگی میں جن دلائل سے استنباط کیا ہے اس کے اندر مختلف اقوال کی گنجائش ہے۔ صحیح یہ ہے کہ قصر کے لیے مسافت کا ایسا تعین جس میں ایک لفظ خاص سے تجاوز کرتے ہی قصر کا حکم لگایا جاسکے شارع کا منشا نہیں ہے۔ شارع علیہ السلام نے سفر کے مفہوم کو عرف عام پر چھوڑ دیا ہے :

(رسائل مسائل جلد اول ص ۲۱۴)

۴ : قرأت خات الامام میں مودودی مسلک

”جو کچھ میں نے تحقیق کیا ہے اس کی رو سے صحیح مسلک یہ ہے کہ جب امام باؤ از پڑھ رہا ہو تو مقتدی خاموش رہے اور جب امام آہستہ پڑھ رہا ہو تو مقتدی بھی فاتحہ پڑھے اس طرح حکم قرآنی اور کسی حدیث کی خلاف ورزی کا خدشہ نہیں رہتا اور تمام مختلف دلائل کو دیکھ کر یہ ایک متوسط طریقہ اخذ کیا جاسکتا ہے۔“

نوٹ: اس مسئلہ کو حضرت شیخ الہندؒ کی کتاب البیان الاول میں ملاحظہ فرمائیں اس کتاب میں خود رو مجتہدین کے اجتہادات کی قلع کھولی گئی ہے۔ (مؤلف)

۵ : اسوہ سنت اور بدعت کا تصور مودودی کی نظر میں

(الف) ”اسوہ اور سنت اور بدعت وغیرہ اصطلاحات کے ان معنومات کو غلط بلکہ دین میں تحریف کا موجب سمجھا ہوں جو بالعموم آپ حضرات کے ہاں رائج ہیں آپ کا یہ خیال کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جتنی بڑی وارسی رکھتے تھے اتنی بڑی وارسی رکھنا سنت رسول یا اسوہ رسول ہے یہ معنی رکھتا ہے کہ آپ عادات رسول کو بعینہ سنت سمجھتے ہیں جس کے جاری اور قائم کرنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء مبعوث کئے جاتے رہے مگر میرے نزدیک صرف یہ نہیں کہ یہ سنت کی تعریف نہیں ہے بلکہ میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ اس قسم کی چیزوں کو سنت قرار دینا اور ان پر اصرار کرنا ایک سخت قسم کی بدعت اور ایک خطرناک تحریف دین ہے۔“ (فتح رسائل مسائل جلد اول ص ۲۰۷)

نوٹ: لیکن سنت عام طور پر اسی امر کو کہا جاتا ہے جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب ہو خواہ وہ قول نبی ہو یا فعل یا کسی کے عمل پر سکوت۔ اس معنی میں علماء اصول حدیث کے نزدیک سنت اور حدیث ایک ہی چیز ہے لیکن ان لوگوں کے قول کے مطابق جنہوں نے حدیث کو صرف آنحضرتؐ کے قول میں منحصر کیا ہے سنت عام ہوگی اور حدیث خاص۔

(فتح الملہم مقدمہ ص ۲ - علامہ عثمانی ر ۲)

(ب) ”مجھے انوس ہے کہ بڑے بڑے علماء خود حدود شرعیہ کو نہیں سمجھتے اور ایسے فتوے دیتے ہیں جو میرا حدود شرعیہ سے متجاوز ہیں، وارسی کے متعلق شارع نے کوئی حد مقرر نہیں کی علماء نے جو حد مقرر کرنے کی کوشش کی ہے وہ بہر حال ایک استنباطی چیز ہے اور کوئی استنباط کیا ہوا حکم وہ حیثیت حاصل نہیں کر سکتا جو نص کی ہوتی ہے کسی شخص کو اگر فاسق کہا جاسکتا ہے تو صرف حکم مخصوص کی خلاف ورزی پر حکم مستنبط کی خلاف ورزی نص کی خلاف ورزی

میں نہیں آتی۔ وغیرہ وغیرہ ۲ (رسائل مسائل حصہ اول ص ۱۸۵، ۱۸۶)

۴: حقوق الزوجین (مودودی)

الف) ”اگر عورت پر الزام لگانے کے بعد شوہر لعان سے انکار کرے تو جہور کی رائے میں وہ کافی نہیں بلکہ قید کا سزاوار ہوگا۔ اسی طرح اگر شوہر کے لعان کے بعد عورت لعان سے انکار کرے تو شافعی اور مالک رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ اس کو جرم کیا جائے گا۔ اس باب میں امام اعظمؒ کا مذہب زیادہ صحیح اور منہی بر مصلحت ہے۔ لیکن ہندوستان کے موجودہ حالات میں اس کی گنجائش نہیں ہے کہ لعان کے انکار کرنے کو جرم مستلزم قرار دیا جائے۔ اس لیے مردست ضابطہ شرعیہ میں اس کے لیے مناسب شکل یہ ہوگی کہ اگر مرد لعان سے انکار کرے تو عورت کو اس پر ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ دائر کرنے کا حق دیا جائے۔“ (حقوق الزوجین ص ۱۹)

نوٹ: یہ اجتہاد بلا دلیل ہے

ب) ”تظلیقات در مجلس واحد پر ایسی پابندیاں عادی کردی جائیں جن کی وجہ سے لوگ اس فعل کا ارتکاب نہ کر سکیں۔ مثال کے طور پر اس کی ایک صورت یہ ہے کہ مطلقہ عورت کو جسے بیک وقت تین طلاقیں دی گئی ہیں عدالت میں ہر جانے کا دعویٰ کرنے کا حق دیا جائے اور ہر جانے کا مقدار کم از کم ہر کی نصف مقدار تک مقرر کی جائے۔“ (حقوق الزوجین ص ۱۹)

ج) ”یہ مسئلہ کہ باپ اور دادا کو نابالغ پر ولایت اجبار حاصل ہے اور ان کے کئے ہوئے نکاح میں لڑکی کو خیار بلوغ استعمال کرنے کا حق نہیں ہے قرآن مجید کی آیت یا بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ثابت نہیں۔“ پھر پانچ وجوہات بیان کر کے ارشاد ہے:

”ان وجوہ سے فقہ کے اس جہیز پر نظر ثانی کی ضرورت ہے اور مصالح کا اعتبار یہ ہے کہ اس خالص اجتہادی مسئلے میں ترمیم کر کے صغیر و صغیر کو ہر حال میں خیار بلوغ دیا جائے۔“ (حقوق الزوجین ص ۱۹)

نوٹ: حضرت عائشہؓ کے معاملہ میں ایسا نہیں ہوا۔

۵: حلت اور حرمت میں مودودی کا اجتہاد

گھر اس کے بعد پھر مختلف چیزوں کی حلت و حرمت میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہوا ہے۔ مثلاً پالتو گدھے کو امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ حرام قرار دیتے ہیں لیکن بعض دوسرے

فقہا کہتے ہیں کہ وہ حرام نہیں ہے۔

دردہ جانوروں اور شکاری پرندوں اور مردار و خور حوانات کو حنیفہ مطلقاً حرام قرار دیتے ہیں۔ لیکن امام مالک اور اوزاعی کے نزدیک شکاری پرندے حلال ہیں۔ یث کے نزدیک بلی حلال ہے۔ امام شافعی کے نزدیک صرف وہ درندے حرام ہیں جو انسان پر حملہ کرتے ہیں۔ جیسے شیر، بھیریا، چیتا وغیرہ۔ عکرمہ کے نزدیک کوا اور بچو دونوں حلال ہیں۔ اس طرح حنیفہ تمام حشرات الارض کو حرام قرار دیتے ہیں مگر ابن ابی یعلیٰ، امام مالک اور اوزاعی کے نزدیک سانپ حلال ہے۔ ان تمام مختلف اقوال اور ان کے دلائل پر غور کرنے سے یہ بات صاف معلوم ہوتی ہے کہ دراصل شریعت الہیہ میں قطعی حرمت ان چار چیزوں کی ہے جن کا ذکر قرآن میں کیا گیا ہے (مردار، بہتا ہوا خون، خنزیر، غیر اللہ کے نام کا مذبح) ان کے سوا دوسری حیوانی غذاؤں میں مختلف درجہ کی کراہت ہے۔ جم چیزوں کی کراہت صحیح روایات کے مطابق بنی صلعم سے ثابت ہے وہ حرمت کے درجہ کے قریب تر ہے اور جن چیزوں میں فقہا کے درمیان اختلاف ہوا ہے ان کی کراہت مشکوک ہے یہی طہی کراہت یا طہی کراہت یا قومی کراہت تو شریعت الہی کی کسی کو مجبور نہیں کرتی کہ وہ خواہ غواہ ہر اس چیز کو ضروری کھائے جو حرام نہیں کی گئی ہے۔

(تفسیر القرآن طبع دوم ۱۹۵۲ء)

نوٹ: تحفہ لمحیہ از مولانا محمد قاسم صاحب مطالعہ کریں

۸: سینما فی نفسہ جائز ہے (مودودی)

میں اس سے پہلے بھی کئی مرتبہ یہ خیال ظاہر کر چکا ہوں کہ سینما بجائے خود جائز ہے۔ البتہ اس کا ناجائز استعمال اس کو ناجائز کر دیتا ہے۔ سینما کے پردے پر جو تصویر نظر آتی ہے۔ وہ دراصل تصویر نہیں بلکہ پرچھائیں ہے جس طرح آئینہ میں نظر آیا کرتی ہے۔ اس لیے وہ حرام نہیں بلکہ وہ عکس جو فلم کے اندر جوتا ہے تو وہ جب تک کاغذ یا کسی دوسری چیز پر چھاپ نہ لیا جائے نہ اس پر تصویر کا اطلاق ہوتا ہے اور نہ وہ ان کاموں سے کسی کام کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے جس سے باز نہ رہنے ہی کی خاطر شریعت میں تصویر کو حرام کیا گیا ہے ان وجوہ سے میرے نزدیک سینما بجائے خود مباح ہے۔

سینما کے پردے کی تصویر دراصل سایہ ہے وہ تصویر ہی نہیں اور فلمی عکس کو جب تک کاغذ پر چھاپ نہ دیا جائے وہ بھی تصویر نہیں ہے۔ جن امور سے باز رہنے کی خاطر تصویر کو حرام کیا گیا ہے وہ فلم کی تصویروں میں نہیں ہیں۔

(رسائل مسائل جلد دوم ص ۲۹۱)

نوٹ: سینما کے بارے میں حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رتہ کا ایکہ بصیرت افروز مضمون ہے جس میں فقہی دلائل کے

ما تحت بتایا گیا ہے کہ سینما دیکھنا جائز نہیں ہے یہ سمون اخبار مدینہ، بجور میں شائع ہوا تھا۔ اگر یہ مضمون دستیاب ہو گیا تو ہم انشاء اللہ سلسلہ ۷ میں اس کو شائع کریں گے۔ سلسلہ ۷ میں انشاء اللہ مودودی کے مزاح کن خیالات کا جواب دیا جائے گا۔

(۹) احکام مستخرجہ کا خلاف بھی موجب فسق ہے (مولانا محمد تقی صاحب)

فقہاء در باب اقوال مستخرجہ دو منصب رکھتے ہیں ایک تو یہی منصب استخراج و استنباط دوسرے منصب ہدایت یعنی یہ کہنا کہ اس حکم کے لیے کوئی ماخذ ہے کیونکہ یہ منصب ثانی اگر ان کے لیے تجویز نہ کیا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ یہ لوگ کذاب اور دروغ گو تھے سو ماوجود آثار صدق و دیانت اگر کسی کو کذاب کہنا جائز ہے تو راویان حدیث صحیح کے کذاب کہہ دینے سے کون مانے ہے۔ وجوب متعلق احکام مستخرجہ فقہاء مسلمین وجوب متعلق احکام منصوبہ سے رتبہ میں کم ہو گا مگر یہ کمی ایسی ہوگی جیسے نماز کی فرضیت اور روزہ کی فرضیت میں تفاوت کمی بیشی سے اس لیے یہ کہنا تو غلط کہ قابل تسلیم نہیں ہاں یہ بات مسلم ہے کہ اس کے انکار سے کفر عائد نہیں ہوتا پر انکار تو حدیث واحد کا بھی موجب کفر نہیں اگر ہے تو بموجب فسق ہے سو وہی فسق یہاں بھی لازم آئے گا۔ بہت نہیں تھوڑا ہی ہوا لیکن اتنا اور ملحوظ رکھنا چاہیے کہ منصب مذکور کے حاصل ہونے سے پہلے خود رائی ایسی ہے جیسے اندھا بے کسی کی ہدایت کے رہروی اختیار کرے فقط عربی ترجمہ کر لینے سے یہ بات حاصل نہیں ہو جاتی اگر کوئی شخص عربی دان حافظ کلام اللہ و حدیث بھی ہو تو کیا ہے اندھا شخص کے ہاتھ میں لے لینے سے سوچا کا نہیں ہو جاتا۔ اور پسناری دواؤں کے جان لینے سے طیب نہیں بن جاتا باقی تفاوت واقع فیما بین انبیاء اور علماء کرام مسلم مگر یہ تفاوت قاصر و وجوب مذکور نہیں ورنہ وہ تفاوت جو خدا نے تعالیٰ اور انبیاء علیہ السلام میں واقع ہے اس تفاوت زیادہ ہے جو پیغمبروں اور ان کی امتوں میں ہوتا ہے سو اگر محض تفاوت موجب سقوط اعتبار ہے تو یہ بات تو دور تک پہنچتی ہے اور اگر اضافت خداوندی یعنی یہ بات کہ اقوال انبیاء کرام درپردہ فرمودہ خدا کے تعالیٰ ہوتے ہیں موجب وجوب اعتبار ہے تو یہاں بھی یہ اضافت اپنا کام کرے گی۔

۱۔ اُمتِ مسلمہ کی فضیلت کُلّی (تفسیر عثمانی: ۱۳۳-بقرہ، ۱۱۰-آل عمران)

نوٹ : مودودی نے سورہ بقرہ کی آیت ۱۳۳ کی غلط تفسیر لکھی ہے۔ اس تفسیر سے امتِ مسلمہ کی فضیلت ختم ہو جاتی ہے۔ آخر میں لکھا ہے کہ ہماری امامت کے دور میں ہماری واقعی کوتاہیوں کے سبب جتنی گمراہیاں دنیا میں پھیلی ہیں تو اُمتِ شر اور شیاطین و انس و جن کے ساتھ ہم بھی ماخوذ ہوں گے۔ ہم سے پوچھا جائے گا کہ جب دنیا میں معصیتِ ظلم اور گمراہی کا یہ طوفان برپا تھا تو تم کہاں مر گئے تھے۔ (تفہیم القرآن) اور تجھ سے پوچھ نہیں کہ کافروں کو مسلمان کیوں نہ کیا۔“ (۱۱۹-بقرہ) یہ مضمون شاہ صاحبؒ نے تفسیر میں بیان کیا ہے۔

۲۔ نکاح کے چار شرائط اور متعہ کی حرمت (تفسیر عثمانی) (پانچویں پارے کی پہلی آیت)

قرآن کریم سے متعہ کی حرمت ثابت ہے مگر مودودی متعہ کی حرمت کا قائل نہیں اور اضطرابی حالت میں مودودی نے متعہ کی حرمت کو ختم کر کے بالکل جائز ہی کر دیا۔ اضطراب بھوک میں تو ثابت ہے اور عقل مانتی ہے کہ زندگی بچانے کے لیے حرام چیز کھانی لینا جائز ہو سکتا ہے۔ مگر شہوانی حالت کو اضطراب میں داخل کرنا عقل کے نزدیک مسلم نہیں۔ چونکہ شہوانی حالت کو جائز تدابیر سے اعتدال پر لایا جاسکتا ہے بشرطیکہ تزکیہ اور ضبط نفس کا خیال ہو۔

۳۔ مشائخ کی بیعت کا قرآن سے ثبوت (۱۲-ممتنہ)

اس آیت میں بیعت اسلام مراد نہیں چونکہ مومنات سے خطاب ہے اور بیعت جہاد بھی مراد نہیں چونکہ مومنات سے خطاب ہے اور مومنات پر جہاد فرض نہیں اس بیعت سے وہی بیعت مراد ہے جو مشائخ میں مروج ہے۔ مشائخ حضرات بیعت لیتے وقت اسی قسم کا عہد لیتے ہیں جو آیت ۱۲ سورہ ممتنہ میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ بات ہم کو ہمارے مرشدؒ نے بتائی۔ مگر مودودی نے لکھا ہے کہ اب جس کو تجدید و احیائے دین کا کام کرنا ہے اُس کو پیری مریدی، جتہ قلا، صوفیانہ رموز و اشارات بلکہ ہر اُس چیز سے جو اس سلسلہ (بیعت ارشاد) کی یاد تازہ کرانے والی ہو اس طرح پرہیز کرانے جس طرح ذیابیطس کے مریض کو شکرے پرہیز کراتے ہیں۔“

۴۔ قرآن کی تفسیر وہی معتبر ہے جو احادیث نبوی کے مطابق ہو

تفسیر عثمانی (جل ۴۲-۴۳) —————

مگر مودودی نے احادیث سے ہٹ کر اپنی تفسیر کو جدید تاریخی تحقیقات، آثار قدیمہ کی تاریخ، یہودیوں کی انسائیکلو پیڈیا، بائبل کے واقعات اور دیگر اسرائیلات سے بھی رنگین کیا ہے جو موجودہ زمانے کے آدمی کے لئے تو ایک طلسم اور تجلیس کا کام دے سکتے ہیں مگر قرآن کی تفسیر کے معاملہ میں احادیث اور آثار صحابہؓ کے مقابلے میں ان کی کچھ حیثیت نہیں اور جہاں ان کی توجیہات آثار اور احادیث کو پس پشت ڈالتی رہیں اور محض عقلی گتوں پر تکیہ کر کے ان کو تائید میں پیش کیا گیا ہے وہ بالکل مطرود اور مردود ہیں۔ صرف اسی حد تک ان تحقیقات کو استعمال کیا جاسکتا ہے جہاں کسی تاریخی مضمون کی وضاحت منظور ہو جیسا کہ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے سورہ روم کی شروع آیات کی تفسیر میں انسائیکلو پیڈیا ریفرنیکا سے کچھ روم اور ایران کی لڑائیوں کے واقعات کا حوالہ دیا جس کا نفس تفسیر سے کچھ تعلق نہیں۔ صرف ایک پیشین گوئی کی حقانیت کو ثابت کرنے کے لئے تاریخی واقعات کا حوالہ دیا ہے۔ حضرت علامہ نے کسی مقام پر بھی تفسیر کو تاریخ جدید یا آثار قدیمہ کا تابع نہیں بنایا۔ مودودی نے حضرت سلیمانؑ کے واقعہ میں صحیح احادیث کو غلط قرار دے کر عقلی تمک بندوں سے کام لیا اور صحابہؓ کے عدول ہونے کو مشتبہ بنا دیا ایسی طرح تخت پر دھڑلانے کے واقعہ کو تاریخ بنی اسرائیل کی بنیاد پر غلط رنگ میں پیش کر کے غلط نتائج نکالے اور پوری تفسیر کو ایک لغو کمانی بنا دیا۔ اسی طرح حضرت سلیمانؑ کے معجزہ کنجر ہوا کو عیسائیوں کی بائبل کی بنیاد پر بالکل مسخ کر دیا۔ داؤدؑ کے معجزہ کو کہ آپ کے ہاتھ میں لوہا نرم ہو جاتا تھا کا عدم قرار دے کر آثار قدیمہ کے حوالہ کر دیا۔ یہ لکھ دیا کہ انھوں نے حتی قوم کی لوہے کی دریافت کردہ صنعت کو سب سے پہلے اور سب سے بڑھ کر جنگی مقاصد کے لئے استعمال کیا۔ حضرت داؤدؑ کے زمانے کو لوہے کا زمانہ قرار دیا۔ حالانکہ نوحؑ کی کشتی کو تختوں والی اور کیلوں والی کہا گیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ لوہے کی چیزیں نوحؑ یا اس سے بھی پہلے استعمال میں آچکی تھیں۔ حضرت سلیمانؑ کی مدود سلطنت کے بارے میں لکھا کہ مفسرین نے ان کی حدود سلطنت کے بارے میں مبالغہ سے کام لیا حالانکہ خود قرآن میں ہے کہ ہم نے ابراہیمؑ کی اولاد کو ملک عظیم عنایت فرمایا۔ غرض جگہ جگہ تاریخی تحقیقات اور اثری دریافت پر تفسیر کو گھڑا۔ مودودی کی تفہیم القرآن ایسے ناقص حوالوں سے بھری پڑی ہے۔ مودودی نے کچھ پروا نہیں کی کہ یہ غیر محکم اور غیر تحقیقی واقعات تفسیر قرآنی کو خراب کر دیں گے۔ تفسیر بہت نازک چیز ہے۔ تفسیر قرآنی دراصل منشاء الہی کا دوسرا نام ہے جو تفسیر بالقرآن سے صند ہے۔ مودودی کی ان بیہودہ تشریحات کو

سورۃ انبیاء، سورۃ سبأ، سورۃ ص و غیرہ میں دیکھا جاسکتا ہے۔ چونکہ تفسیر متاء النبی کا دوسرا نام ہے۔ اسی لئے جو تفسیر احادیث کے مطابق ہے وہ مقبول ہے چونکہ حضور صلعم کے سوائے دوسرا کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی مشائخہ کا حقیقی ترجمان ہے۔ صحابہؓ نے حضور صلعم کی احادیث کو ہی بنیاد قرار دیا ہے تاکہ عقلی تک بندوں اور عصری تاریخی تحقیقات کو۔ ہم نے مختصر لکھ دیا ہے ورنہ مودودی نے اس رخ پر جو خرافات لکھی ہیں وہ سو دو سو صفحات میں بھی نہیں آسکتیں۔ اس مضمون کے لئے مستقل تصنیف چاہیے۔

۵۔ تقلید مامور من اللہ ہے

تفسیر عثمانی، نخل، ۴۴

تفسیر عثمانی میں تقلید کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت داخل کیا گیا ہے یعنی تقلید کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ مگر مودودی نے لکھا ہے کہ تقلید ایک پڑھے لکھے آدمی کے لئے ناجائز اور گناہ بلکہ اس سے بھی زیادہ شدید ہے۔ (یعنی کفر و شرک)

۶۔ بد قولی کا خیال تبھی پیدا ہوتا ہے جب ادبار ہونا ہوتا ہے

(تفسیر عثمانی - نخل، ۹۱ تا ۹۴)

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ بد قول اور بد عہدی سنگین جرم ہے۔ بد عہدی کر کے مسلمان کو بدنام نہ کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ دوسری اقوام مسلمانوں کے پست کردار کو دیکھ کر اسلام کی طرف مائل ہونے کے بجائے اسلام سے نفرت کرنے لگیں اور تم پر اسلام سے روکنے کا گناہ چڑھے جس کی سخت سزا ہے۔ مودودی جماعت کے منشور میں جو کچھ لکھا گیا ہے مودودی جماعت نے اس کی کھل خلاف ورزی کی ہے۔ جو لوگ ان کے قریب ہیں وہ دیکھ سکتے ہیں کہ ان کے قول و فعل میں کتنا تضاد ہے۔ موجودہ دور میں تو ان کا منافقانہ کردار بالکل واضح ہو گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت لوگ ان سے اور مودودی سے بیزار ہو گئے ہیں۔

۷۔ حقیقت رُوح

تفسیر عثمانی - (۸۵، بنی اسرائیل)

تفسیر عثمانی میں روح انسانی پر بصیرت افزا کلام کیا گیا ہے۔ روح انسانی کی حقیقت کو قرآن کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ مگر مودودی نے اس آیت میں روح سے مراد روح انسانی کو غلط قرار دیا ہے۔ مودودی

سے کوئی پوچھے کہ پھر قرآن کریم کی وہ کونسی آیت ہے جس میں رُوحِ انسانی کی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔ رُوحِ انسانی کی حقیقت کو اگر قرآن بیان نہیں کرے گا تو پھر کس کے بس کی بات ہے کہ ایسی لطیف شے کی حقیقت کو بیان کرے۔ مودودی نے مفسرین کو غلط قرار دے کر اپنی فطری جنابت کا ثبوت دیا ہے۔

۸۔ نماز سے مقصود اعظم اللہ کی یاد ہے

تفسیر عثمانی - (۱۴ - طہ)

سورہ طہ کی آیت ۱۴ میں صاف تصریح ہے کہ نماز قائم کرو ہماری یاد کے لئے۔ اللہ کی یاد سب سے بڑی چیز ہے۔ گویا نماز کا مقصود اعظم بھی سب سے بڑا ہے۔ مگر مودودی کہتا ہے کہ نماز ایک قسم کی ٹریننگ گراؤنڈ ہے ایک بڑے مقصد کے لئے یعنی حکومت الہیہ کے لئے۔ گویا نماز مودودی کے نزدیک حکومت حاصل کرنے اور چلانے کا ایک تکنیکی ادارہ ہے۔ مودودی کے نزدیک نبوت کا انتہائی مقصد بھی حکومت الہیہ کا قیام ہے۔ قرآن کریم میں کسی مقام پر مودودی کے ان دلغریب افکار کی تائید نہیں ہے۔ اصل میں حکومت حاصل کرو چاہے کسی طرح حاصل ہو۔ موجودہ دور میں مودودیوں کی طلب حکومت کی شدید خواہش کا راز افشا ہو گیا۔

۹۔ جنت میں مراتب تزکیہ پر موقوف ہیں

تفسیر عثمانی - (۷ - طہ)

قرآن کریم کے پورے مطالعے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ مذاہبِ آسمانی کا مشترک مقصد تزکیہ ہے۔ تزکیہ پر جہنم سے بچاؤ موقوف ہے۔ نیت کی پاکی تزکیہ سے حاصل ہوتی ہے۔ خلافت راشدہ تزکیہ پر موقوف ہے، فہم قرآنی تزکیہ پر موقوف ہے، کمالات عرفانی کا حصول تزکیہ پر موقوف ہے۔ علم اور حکمت کے خزانوں کا حصول تزکیہ پر موقوف ہے۔ تفسیر قرآنی تزکیہ پر منحصر ہے۔ مگر مودودی نے تزکیہ کے ائمہ پر حملے کر کے، تزکیہ کے طریقوں پر زبان درازی کر کے مغر اسلام (تزکیہ) پر ضرب لگائی ہے۔ تزکیہ مقاصد بعثتِ انبیاء کی رُوح رواں ہے۔ مقاصد بعثت پر وہی شخص تبرا رہ سکتا ہے جس میں دجل موجود ہو۔ دجل نبوت کی ضد ہے۔

۱۰۔ سامریت حق اور باطل کا ہمزاج ہے

تفسیر عثمانی - (۹۵، ۹۶ - طہ)

حضرت شاہ عبدالغفار دہلوی (فرزند حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی) نے لکھا ہے کہ سامری کا بچپن پاک اور

ناپاک کا مجموعہ تھا۔ مٹی مٹی پاک حضرت جبریلؑ کے قدموں کی اور سونا تھا ناپاک فریب سے لیا ہوا قوم فرعون سے۔ پاک اور ناپاک یعنی حق اور باطل مل کر ایک کرشمہ بن گیا۔ اس میں ایک بے معنی آواز پیدا ہو گئی اور احمق لوگ اس بچھڑے پر فریفتہ ہو گئے۔ یہی حال تفہیم القرآن اور دیگر کتابوں کا ہے کہ حق اور باطل کا ایک مرکب مجھوں ہے جو جسم روحانی کے لئے زہر سے زیادہ مہلک ہے۔ لوگوں کو چاہیے ایسی سامری پروڈکشن سے بچیں۔

۱۱۔ جو دین کے پیشواؤں پر طعن کرے وہ سامری اور خابرجی ہے

تفسیر عثمانی - موضح القرآن (۹۷ - طہ)

حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے لکھا ہے اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اس کو نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے حضور صلعم کو کہا جبکہ حضور صلعم مال تقسیم فرما رہے تھے ”انصاف سے بانٹو“ حضور صلعم نے فرمایا: ”اس کی جنس کے لوگ نکلیں گے“ چنانچہ یہ اٹھے خارجی جو لگے اپنے بڑوں پر اعتراض کرنے اور جو دین کے پیشواؤں پر اعتراض کرے ایسا ہی ہے۔ کیا مودودی لوگ اس حقیقت سے انکار کر سکتے ہیں کہ مودودی نے ایضاً، ائمہ ہدایت اور مشائخ رحمہم کسی کو بھی چھوڑا جن پر رکیک جملے نہ لکھے ہوں۔ پچھلے دنوں ریڈیو پاکستان پر یہاں تک کہہ دیا کہ حضور صلعم اپنے اوپر نکتہ صیغی کی خود دعوت دیتے تھے (معاذ اللہ) حضور صلعم پر نکتہ صیغی کفر ہے۔ تو کیا حضور صلعم کفر کی دعوت دیتے تھے؟

۱۲ صحابہ کرامؓ کی بصیرت منصوص ہے

تفسیر عثمانی - (۱۰۸ - یوسف)

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کی بصیرت کو بیان کیا ہے۔ مودودی نے صحابہؓ کی بصیرت کو مجروح کیا ہے۔ خلافت و ملکیت، تفہیم القرآن اور دیگر کتابوں میں یہ مواد موجود ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ مودودی نے صحابہ کرامؓ کی شان میں گستاخانہ جملے لکھے ہیں اور ان کی بصیرت کو مجروح کیا ہے اور اس کا نام اُنہوں نے تنقید رکھا ہے جو حقیقت میں تنقیص ہے۔ مگر جن کی بصیرت پر قرآن گواہ ہو کیا ایسا شخص اُن پر تنقید کر سکتا ہے جس کی بصیرت منصوص نہیں ہے؟ مودودی خود بصیرت سے محروم ہے اس لئے صاحب بصیرت حضرات پر تنقید کرتا ہے جس طرح ایک اندھا آنکھ والوں کا مذاق اڑائے۔

۱۳۔ اقوام عالم میں صحابہ کا ایثار اور قربانی بے مثال ہے

===== تفسیر عثمانی (۲۴ سے ۲۶ - ماخذ) =====

قرآن کریم نے صحابہ کرامؓ کی تعریف کی ہے۔ اُن کی قربانی اور ایثار بے مثال ہے۔ وہ پوری امت کے لئے نمونہ ہیں۔ پھر ایسے حضرات پر زبان طعن و راز کرنا دراصل قرآن کی چھپی تنقید ہے۔ گویا باری تعالیٰ سے یہ کہنا ہے کہ تم کتنی ہی ان حضرات کی تعریف کرو مگر ہم اُن کے اندر کیڑے ضرور نکالیں گے۔ مودودی نے صحابہؓ میں کیڑے نکال کر قرآن کو مجروح کیا ہے۔

۱۴۔ خلفائے راشدین کی تعریف

=====

تفسیر عثمانی - (۵۵ - سورہ نور)

اللہ تعالیٰ نے خلفاء راشدین کی تعریف کی ہے۔ ابن کثیرؒ نے خلفاء کی تعریف میں نہایت بصیرت افروز جملے لکھے ہیں۔ حضرت علامہؒ نے ان جملوں کو آیت ۵۵ - سورہ نور کی تفسیر میں نقل کیا ہے۔ مگر مودودی نے اس آیت کی غلط تفسیر بیان کی ہے۔ ابن کثیرؒ نے خلافت کے دو گروہوں کو خلفاء پر منطبق کیا ہے اور مودودی نے تین خلفاء کو شمار کیا ہے اور حضرت علیؓ کو چھوڑ دیا۔ قرآن کی تفسیر میں حضرت علیؓ کو چھوڑ دیا اور خلافت و ملکیت بدنام اور مردود کتاب میں حضرت عثمانؓ کو خلافت راشدہ سے خارج کر دیا اور ملکیت کا بانی قرار دیا۔

۱۵۔ صحابہؓ کا ایمان معیار ایمان اور ہدایت ہے

===== تفسیر عثمانی (۱۳۶ - بقرہ) =====

قرآن کریم صاف اعلان کر رہا ہے کہ اہل کتاب اُسی وقت ہدایت حقیقی پر آسکے ہیں جبکہ وہ اس طرح ایمان لاویں جس طرح اے صحابہ تم ایمان لاؤ گے ہو۔ مگر مودودی کا مشہور عقیدہ ہے کہ صحابہ کرامؓ معیار حقیقی نہیں ہیں۔ اس طرح صحابہؓ کی تنقید کے ساتھ ساتھ قرآن کی واضح نفی ہوتی ہے۔ اے لوگو! بچو اس فتنہ سے! صحابہؓ حضور صلعم کے کمالات کے آئینے ہیں۔

۱۶۔ جو لوگ ذکر اللہ سے غافل ہیں اُن کا شمار عقل والوں میں نہیں

=====

تفسیر عثمانی - (آل عمران ۱۹۰-۱۹۱)

اللہ تعالیٰ نے ذاکرین کی تعریف کی ہے جو کھڑے بیٹھے اور کھڑے پر لیٹے ذکر کرتے ہیں۔ صوفیا حضرات نے اسی

آیت پر عمل کیا ہے اور کرایا ہے اور کروڑوں انسانوں کو اللہ سے واصل کر دیا مگر مودودی نے صوفیا کے طریقوں کو انہوں سے تعبیر کیا ہے۔ مودودی کا موقف یہ ہے کہ اگر کوئی شخص گڑگڑ، روٹی روٹی زبان سے جیتا رہے تو اُس کو کیا حاصل ہوگا۔ اُس کے اندر شخاس یا نرمی تو پیدا نہیں ہو سکتی۔ ذکر اللہ بطریق صوفیا کا مودودی نے مذاق اڑایا ہے۔

۱۷۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی پاکدامنی پر تران کی گواہی!

تفسیر عثمانی — (۲۱ تا ۲۱۱ - سورہ نور)

حضرت عائشہؓ کی پاکدامنی پر اللہ تعالیٰ نے آیات قرآنی کو نازل فرمایا۔ اس حقیقت سے حضرت عائشہؓ کی غایت درجہ کی کرامت، طہارت اور اعلیٰ ظرفی ظاہر ہوتی ہے۔ قرآنی آیات نے اُن کو زندہ جاوید بنا دیا۔ ہمارا منشاء یہ ہے کہ ان آیات سے صرف اُن کے کیر کیم کو نظر نہ کرنا بلکہ اُن کے باطن کو اخلاق حمیدہ سے مزین قرار دیا گیا۔ اگر صرف ایک پہلو کو صاف کرنا تھا تو مجر دوحی سے بھی ممکن تھا مگر حضرت عائشہؓ کو بذریعہ قرآن طیب قرار دیا گیا۔ مگر مودودی نے ان کو زبان دراز کہہ کر اُن کے اخلاق باطنی کو گندہ بنا دیا۔

۱۸۔ جو شخص حضرت عائشہؓ یا ازواج مطہرات میں سے کسی کو مستہم کرے

وہ کافر، مکذّب قرآن اور دائرہ اسلام سے خارج ہے

تفسیر عثمانی (۲۳ - نور)

گندہ کام گندے اخلاق کا مظہر ہوتا ہے۔ حضرات ازواج مطہرات کے اخلاق پاکیزہ ہیں۔ جب اُن کے اخلاق پاکیزہ پر طیبین کا لفظ بول کر اور سورہ احزاب میں یہ کہہ کر کہ ہم تم کو بالکل مطہر بنانا چاہتے ہیں قرآن نے اُن کو اخلاق باطنی کا میکہ بنا دیا تو اب تمہمت سے نیچے کوئی بُرائی اُن کی طرف منسوب کرنا بھی حرام ٹھہرا۔ لہذا جو شخص بھی ازواج مطہرات کی شان میں غلط الفاظ استعمال کرے گا وہ قرآن سے باغی ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو ایذا پہنچائے گا اور امت مسلمہ کو صدمہ پہنچائے گا۔ اگر مرتد نہیں تو منافق، زندیق اور ملحد ضرور ہوگا۔

۱۵ - اجماعِ اُمت کا مخالف جہنتی ہے

تفسیر عثمانی - (۱۱۵ - نساء)

تفسیر عثمانی آیت ۱۱۵، سورہ نساء میں لکھا ہے کہ اجماعِ اُمت کا مخالف جہنتی ہے۔ بعض مشلوں پر اُمت کا اجماع ہے۔ مثلاً طریقِ مشائخ طریقِ ہدایت ہے۔ اس پر اُمت کا اجماع ہے۔ اور مودودی طریقِ مشائخ کو شرک، بت پرستی، ایدن وغیرہ بیودہ الفاظ سے یاد کرتا ہے۔ اُمتِ اربعِ سب صحیح میں اور کسی ایک کی تقلید کرنا عوام کے لئے ضروری ہے مگر مودودی تقلید کو گناہ کبیرا ہے۔ غرض اُمت کے دونوں گروہ ۱) اُمتِ فقیہہ نظاہری ۲) اُمتِ فقیہہ باطنی جن پر اُمتِ مسلمہ کا مدار ہے۔ مودودی کے نزدیک ناقابلِ تقلید ہیں۔ پھر ناظرین غور کریں کہ ایسے شخص کا کیا مقام ہونا چاہیے۔

۲۰ - بدعقیدہ اور گنہگار کا فرق

تفسیر عثمانی (۸۱ - سورہ توبہ)

حضرت شاہ صاحب اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ایسا کو نسا گناہ ہے جو حضور صلعم کے استغفار سے نہ بچتا جائے مگر بدعقیدہ کے لئے حضور صلعم کا استغفار بھی نافع نہیں ۱) پچھلی سیاست میں اسی کلیہ پر اُمت کے بڑے بڑے لوگوں کو امتحان میں ڈالا گیا۔ مودودی بدعقیدہ ہے۔ ایک گنہگار کی تائید تو ہو سکتی ہے مگر ایک بدعقیدہ کی تائید نہیں ہو سکتی۔ موجودہ سیاست میں اس کلیہ کو پیشِ نظر رکھنا از حد ضروری ہے۔ ہمارے بڑے بڑے لوگوں نے اس کلیہ کو نظر انداز کر کے سیاستِ ملکی اور عالمِ اسلام کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا ہے۔

۲۱ - ذکر اللہ کی فضیلت - ذکر سب سے بڑی چیز ہے

تفسیر عثمانی (۴۵ - عنکبوت)

طریقِ مشائخ عین طریقِ ذکر اللہ ہے۔ حضرت شاہاب الدین سہروردیؒ، خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت جنید بغدادیؒ، حضرت داتا گنج بخش جویہیؒ، حضرت خواجہ امیریؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ، حضرت حاجی امداد اللہ علیہ السلام، حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اور دیگر ہزاروں مشائخ حضرات اس بات پر جمع ہیں کہ طریقِ مشائخ عین طریقِ ذکر اللہ ہے۔ مگر مودودی نے ان تمام حضرات کو مشرکانہ اطوار کا پھیلانے والا اور اونیون میں مبتلا کرنے والا اور طریقِ انبیاءؑ

سے ہٹ کر لوگوں کو چلانے والا اور چلنے والا قرار دیا ہے (تجدید و احیائے دین)

۲۲ — مکہ معظمہ کے لئے جو دعا حضرت ابراہیمؑ نے کی تھی

اُس کا اثر آج تک مشہود ہے

===== (۲۷ - ابراہیم) =====

حضرت ابراہیمؑ نے اہل مکہ کے لئے خوشحالی کی دعا فرمائی تھی جس کا اثر آج تک مشہود ہے مگر مودودی نے عربوں کی بے حد بُرائی کی ہے۔ ”خطبات“ میں لکھا ہے کہ دہاں سوائے مہنت گری اور دنیا پرستی، ہوس مال، گرے ہوئے اخلاق کے کچھ بھی نہیں۔ حکومت (سعودیہ) نے اُن کو اخلاق کی پستی میں دھکیل دیا ہے۔ حج کے ارکان مجاہدوں کو فیس دیئے بغیر ادا نہیں ہو سکتے۔ یہ لوگ تجارتی ایجنٹوں کی طرح دنیا بھر میں حاجیوں کو گھیرنے کے لئے پھیل جاتے ہیں۔ قرآن و حدیث سناتے ہیں اس لئے نہیں کہ اللہ کا فرماں یاد دلایا جائے بلکہ اس لئے کہ اُن کی جیبوں سے پیسہ کھینچا جائے۔ ان کی حالت ہر دور اور ہر جگہ کے منڈ توں جیسی ہے اور اس کا روبرو میں حکومت حجاز، معلم، مطوف اور کلید بردار سب حصّہ دار ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ حضرت ابراہیمؑ دعا فرما رہے ہیں اور مودودی اُن کی دعا کو رد کر رہا ہے۔ (معاذ اللہ)

۲۳ — ابراہیمؑ موحّدین کے امام اور اپنی ذات میں ایک عظیم امت تھے

ابراہیمؑ سے کبھی بھی شرک سرزد نہیں ہوا، عارضی طور پر ہی

تفسیر عثمانی - (۱۲۰ - نخل ، ۱۲۰ - نخل)

پوری امت جانتی ہے کہ ابراہیمؑ امام الموحّدین اور اُس التوحید میں مگر مودودی نے تفہیم القرآن میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ سے از نکاب شرک ہوا عارضی طور پر سہی۔ پھر لکھا ہے کہ اعتبار بیچ کی منزلوں کا نہیں ہوتا بلکہ آخری منزل کا ہوتا ہے۔ بیچ کی منزلیں ہر جویائے حق کے لئے ناگزیر ہیں (سورہ العام) ہر جویائے حق میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی آگئے چونکہ ابراہیمؑ پیغمبروں کے ذکر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی آگئے۔ شرک تو تمام اعمال کو ضائع کر دیتا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے کہ اگر پیغمبر حضرات سے بھی شرک ہوتا تو اُن کے اعمال ضائع ہو جاتے۔ اب تاؤ کہ مودودی کو کس گروہ میں شامل کر دگے۔ تاریخ امت میں یہ غباشت کسی نے نہ کی کہ ابراہیمؑ پر از نکاب شرک کی تمت لگاتا!

۲۴۔ شہرت اور مقبولیت میں فرق

تفسیر عثمانی (۹۶ - سورہ مریم)

سورہ مریم کی آیت ۹۶ کی تفسیر ضرور مطالعہ کریں۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت علامہؒ نے مقبول اور مشہور کا فرق بیان کیا ہے۔ شیطان کی طرح ایک شخص مشہور ہو سکتا ہے مگر شہرت مقبولیت عند اللہ کی دلیل نہیں۔ ایک شخص گناہ ہو کر مقبول ہو سکتا ہے۔ سب سے پہلے مقبولیت ملاء اعلیٰ میں اُترتی ہے۔ پھر آسمان کے دوسرے فرشتے اس مقبول شخص سے محبت کرتے ہیں۔ اگر ترتیب الٰہی ہو گئی کہ پہلے گمراہ لوگ چکر میں آگئے پھر بعض خاص بندے بھی عارضی طور پر متاثر ہو گئے تو یہ مقبولیت کی دلیل نہیں بلکہ وہ شخص بدستور مردود ہے۔ مردودی کے حال کو اسی کتبہ پر قیاس کر لو۔

۲۵۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد کے ہاتھ میں لوہا نرم کر دیا تھا

تفسیر عثمانی (۸۰ - انبیاء: ۱۰، الربا)

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں: ”حضرت داؤدؑ لوہے کی زرہ بناتے فقط ہاتھ سے موڑ کر اور بناتے ہیں آگ سے“ (موضع القرآن) مگر مردودی نے سورہ انبیاء کی اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ ”حق قوم نے لوہے کی صنعت ایجاد کی اور لوہے کا زمانہ وہی ہے جو حضرت داؤدؑ کا زمانہ ہے۔ یہ صنعت موجودہ دور کی (BLAST FURNACE) کی صنعت سے کم نہ تھی۔ حضرت داؤدؑ نے اس صنعتی دریافت کو سب سے پہلے اور سب سے بڑھ کر جنگی سامان بنانے کے لئے استعمال کیا۔“ یہ غلامہ ہے مردودی کی تحقیق کا اور اس تحقیق سے حضرت داؤدؑ کی حیثیت ایک نقال لوہار سے زیادہ قائم نہیں ہوتی۔ اس میں حضرت داؤدؑ کا کیا کمال بظہر اور اس سے پہلے یہ ہے کہ داؤدؑ کے ساتھ پہاڑ اور طیور بھی زبور پڑھتے تھے۔ اب غور کرو کہ اس معجزہ داؤدی کے ساتھ حضرت داؤدؑ کو بہترین لوہار بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اسی قسم کی خرافات سے تفہیم اللہ آن بھری پڑی ہے۔ پھر اللہ نے فرمایا کہ ہم نے نوحؑ کو اٹھالیا اس تختوں والی اور کیلوں والی (کشتی) میں (قر)، اس کے معنی یہ کہ حضرت داؤدؑ سے پہلے لوہے کی اشیاء بنائی جاتی تھیں۔ لوہے کا زمانہ اس سے قبل ہے۔

۲۶۔ تختِ سلیمانی کو زمین سے عاصفہ اٹھاتی تھی اور فضا میں رُخا لے جاتی تھی

===== (۸۱ - انبیاء ، ۳۶ - ص) =====

مگر مودودی نے تختِ سلیمانی کا ذکر نہیں کیا بلکہ عیسائیوں کی بائبل کے حوالہ سے یہ لکھا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے پاس ایک بحری بیڑہ (توسیسی بیڑہ) تھا جس کو بحرِ روم کے سفر میں آنے میں بھی اور جاتے ہوئے بھی بادیِ موافق ملتی تھی۔ یہ بات دراصل محضی طور پر معجزہ سلیمانی کی نفی کرتی ہے۔ ہوا پر حضرت سلیمانؑ کو مکمل کنٹرول تھا اور وہ اس کو ریگولیشن کی طرح ہلکی اور تیز کر سکتے تھے۔ جب تخت کو اڑانا ہوتا تو جھکڑ (عاصفہ) پیدا کرتے اور جب بلندی پر ہوتا تو نرم ہوا (رُخا) کے ذریعہ اس کی رفتار کو درست کرتے۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں ایک تخت بنایا تھا بہت بڑا، اپنے سارے کارخانوں سے اور لوگوں سے اس پر بیٹھے، پھر باذاتی زور سے، اس کو زمین سے اٹھاتی، اوپر نرم باد چلتی، مین سے شام کو اور شام سے مین کو چھپنے کی راہ دوپہر میں پہنچاتی۔ (رموض القرآن)

۲۷۔ تختِ سلیمانی مین سے شام اور شام سے مین ایک ماہ کی

راہ چٹ گھنٹوں میں فضا میں طے کرتا تھا

===== (۸۱ - انبیاء) =====

یہ ظاہر ہے کہ بحری بیڑہ ایک ماہ کی راہ سمندر میں چند گھنٹوں میں طے نہیں کر سکتا۔ دوسرے عاصفہ یعنی جھکڑ سے تو سمندری یا زمینی سواری اُٹ کر ہی رہ جائے۔ سمندری اور زمینی سواری کے لئے پہلے رُخا ہو اور پھر عاصفہ ہو تو کچھ سمجھ میں بھی آتا ہے مگر وہاں پہلے جھکڑ ہے اور پھر نرم ہوا ہے۔ عاصفہ اور رُخا صرف ایرو میکس میں تو فٹ ہوتے ہیں مگر زمینی یا سمندری ڈائنامکس (DYNAMICS) میں فٹ نہیں ہوتے۔ جیٹ میکس بھی یہی ہے کہ پہلے جھکڑ پیدا کیا جاتا ہے۔ پھر بلندی پر مقنن سسٹم پیدا کیا جاتا ہے۔ مودودی نے بحری بیڑہ کو آیت کی تفسیر میں بیان کر کے کمالِ جہالت اور کوتاہ عقلی کا ثبوت دیا ہے۔

۲۸۔ سلیمانؑ کے لئے ہوا اور جنوں کو مسخر کر دیا تھا

===== (۸۲۰ - انبیاء) (۱۲ ، ۱۳ - سبا) =====

اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کے لئے جنوں کو بھی مسخر کر دیا تھا۔ ان سے غوطہ کھواتے۔ ہوا پر سمندر میں سے کھلاتے جہاں آدمی کا مقدور نہیں۔ عمارت میں بھاری کام ان سے کرواتے۔ سفر میں حوضِ بابر لگن تانبے کی

اور کنوئیں برابر دیگیں اٹھا لے چلتے اور اُن میں کھانا پکاتے اور سنت سنت کام اُن سے لیتے۔ (موضع القرآن) مودودی نے لکھا ہے "اہرام مصری سے لے کر نیویارک کی فلک شگاف عمارتوں تک کس چیز کو انسان نے نہیں بنایا ہے اور کس بادشاہ یا رئیس یا ملک القبار کے لئے وہ جن اور شیاطین فراہم نہیں ہوئے جو آپ حضرت سیمان کے لئے فراہم کر رہے ہیں؟ (تفہیم القرآن - سورہ انبیاء - آیت ۸۲) مودودی کے عقیدہ مند بتائیں کہ ان طلبیانہ جملوں سے مودودی کی کیا مراد ہے؟

۲۹۔ حضرت یونس علیہ السلام سے اجتہادی غلطی ہوئی تھی

فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کی تھی

(۸۷ - سورہ انبیاء) - (۹۸ - سورہ یونس) - (۱۳۹ تا ۱۴۲ - سورہ طہ) - (۵۰ تا ۵۳ - سورہ لق) حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں: "گوئی میں عذاب دیکھ کر یقین لانا کسی کو کام نہ آیا مگر قوم یونس کو۔ اس واسطے کہ اُن پر حکم عذاب کا نہ پہنچا تھا۔ حضرت یونس کی شتابی سے محض صورت عذاب کی نمودار ہوئی تھی تا اُن کی نظر میں حضرت یونس کی بات جھوٹی نہ ہو، وہ ایمان لائے پھر بچ گئے اور صورت عذاب ہٹا لی گئی جیسے شکیں مکہ کہ فتح مکہ میں فوج اسلام اُن پر پہنچی قتل و غارت کے لئے لیکن اُن کا ایمان قبول ہو گیا اور امان ملی۔" (تفسیر عثمانی آیت ۹۸ - یونس) - مگر مودودی نے لکھا ہے کہ حضرت یونس سے فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کچھ کوتاہیاں ہو گئی تھیں وغیرہ۔ فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی سے اللہ کے انتخاب پر حرج آتا ہے جو علم الہی کے خلاف ہے۔ اجتہادی غلطی تو پیغمبر سے ہو سکتی ہے چونکہ اس سے تو علم وغیرہ پاک ہے مگر فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں ہو سکتی۔ یہ بات کسی مفسر نے نہیں لکھی۔ یہ بات مودودی کی طرف سے پیغمبر پر اتہام ہے اور شان پیغمبری سے بعید ہے اور علم الہی کے خلاف ہے۔ عصمت کے منافی ہے۔

۳۰۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی اور خلفائے راشدین کی حقانیت، مقبولیت

اور نقبت کا ثبوت تاریخ کا محتاج نہیں بلکہ قرآن میں ہے

===== (تفسیر عثمانی - ۴۱ - سورہ حج) =====

تفسیر عثمانی میں لکھا ہے کہ صحابہؓ کی ایسی قوم ہے کہ اگر ہم اُن کو زمین کی سلطنت دے دیں تب بھی خدا سے غافل نہ ہوں۔ بذات خود مالی و بدنی نیکیوں میں لگے رہیں اور دوسروں کو بھی اسی راہ پر ڈالنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے اُن کو زمین کی حکومت عطا کی اور جو پیشین گوئی کی گئی تھی حرف بحرف پھی ہوئی۔

فَللّٰهُ الْحَمْدُ حَمْدٌ عَلَىٰ ذٰلِكَ اِسْ آیت سے صحابہؓ خصوصاً مہاجرین اور ان میں انصاف خصوص کے طور پر حضرات خلفاء راشدینؓ کی حقانیت اور مقبولیت و منقبت ثابت ہوئی ہے۔
اب کیا خیال ہے اس شخص کے بارے میں جس نے "خلافت و ملوکیت" کتاب لکھ کر صحابہ کرامؓ بالخصوص حضرت عثمانؓ کی سیرت اور کردار کو مجروح کیا ہے۔ ہمارے پاس صحابہؓ کی سیرت پر لکھنے کے لئے قرآن و حدیث ہے۔ تاریخی افسانے ان حضرات کے کیر کیمر کو داغدار نہیں کر سکتے۔

۳۱۔ انبیاء علیہم السلام کے دشمن مجرمین میں سے ہوئے ہیں

(آیت ۳۱ . سورہ فرقان)

جب مودودی کی مخالفت کی جاتی ہے تو مودودی لوگ کہتے ہیں کہ ابوجہل اور ابولہب بھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے تھے۔ مودودی نے تفہیم القرآن کے مقدمہ میں اپنے مقلدین کو یہی تاثر دیا ہے کہ جب تم تفہیم القرآن کی دعوت لے کر اٹھو گے تو تم کو ابوجہل اور ابولہب سے بھی واسطہ پڑے گا اور منافقین سے بھی واسطہ پڑے گا وغیرہ۔ مطلب یہ ہے کہ مودودی کے مخالفوں کا موقف ابوجہل اور ابولہب اور عبداللہ بن ابی کا ہے اور مودودی کا موقف (نعموذ باللہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ مگر سورہ فرقان کی آیت ۳۱ میں صاف اعلان ہے کہ انبیاء اور مقبول بندوں کے مخالفین مجرمین ہوتے ہیں۔ گویا مجرمین کے مخالفین صالحین ہوتے ہیں۔ مولینا محمد قاسم صاحب نے اپنی کتاب "آب حیات" میں لکھا ہے کہ اولیاء اللہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی نسبت ہے جو دجالہ کو دجال سے ہے۔ یعنی جس طرح دجال اکبر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے اسی طرح دجال کی ذریت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت کی دشمن ہوگی اور چھوٹے دجال، اولیاء کرام کے دشمن اور مخالف ہوں گے۔ اب خود فیصلہ کرو کہ اولیاء کرام اور مشائخ عظام کی کس نے مخالفت کی ہے اور ان کو گمراہ اور چنیا بیگم میں جتلا کرنے والا قرار دیا ہے۔ کیا مودودی نے مشائخ کو مشرکانہ اطوار پھیلانے والا اور انبیاء علیہم السلام کے راستہ سے ہٹا کر اعمال و اعصاب، اور ادور و طاقت، سیر مقامات، مراقبہ و مکاشفہ کے چکر میں لانے والا نہیں کہا؟ اس کے معنی یہ ہیں کہ مودودی اپنی نظرت میں اولیاء اللہ کا مد مقابل ہے اور مولینا محمد قاسم صاحب کے اصول پر دجالہ کے گروہ میں شامل ہے اسی لیے مودودی کے مخالف اولیاء اللہ ہیں اور اس کے موافق دنیا پر جاہ طلب اور بد باطن لوگ ہیں۔

۳۲۔ رقص و سرود، گانا بجانا وغیرہ اسلامی ثقافت میں داخل نہیں ہیں

(آیت ۷ - سورہ لقمان)

سورہ لقمان کی آیت ۷ صاف بتاتی ہے کہ رقص و سرود، گانا بجانا وغیرہ اسلامی ثقافت میں داخل نہیں۔ جو شخص مجسمہ سازی، سینما، رقص و سرود کو جائز قرار دیتا ہے وہ اسلام سے خارج ہے اور منافق ہے۔ اب تم تباؤ تم پتے ہو یا ہم پتے ہیں۔ ہم قرآن کے تابع ہیں یا تم قرآن کے تابع ہو؟

۳۳۔ اپنی جان دہکتی آگ میں ڈالنا روا نہیں اگر نبی حکم دے تو فرض ہو جائے

(آیت ۶ - احزاب)

یعنی اپنی جان میں کسی مومن کا اتنا تصرف نہیں چلتا جتنا نبی کا چلتا ہے۔ کسی مومن کو دہکتی آگ میں اپنی جان کو ڈالنا جائز نہیں، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر حکم دیں کہ آگ میں کود پڑو تو پھر آگ میں کودنا یعنی خود کو ہلاک کرنا فرض ہو جائے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ حضور صلعم جان بخشی کا اختیار بھی رکھتے ہیں۔ اب تم تباؤ کہہ کر کہ حضور صلعم کو بھی کسی کو معاف کرنے کا اختیار نہیں۔ کس نے کفر بکا؟ جیسا استاد ویسے شاگرد!

۳۴۔ جو طیب ظاہر سے بغاوت کرے وہ ظاہر میں ہلاک ہوگا اور جو

طیب باطن سے بغاوت کرے وہ باطن میں ہلاک ہوگا!

(آیت ۷ - یسین)

انبیاء علیہم السلام اقطاب باطنی ہیں۔ جو شخص ان کا دشمن ہوگا وہ باطن میں ہلاک ہوگا۔ انبیاء کے بعد مشائخ کرام اقطاب باطنی ہیں۔ جو شخص ان حضرات کا مخالفت ہوگا وہ بھی باطن میں ہلاک ہوگا۔ اسی لئے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ مشائخ طریقت کی بُرائی کرنے سے دل اندھا ہو جاتا ہے۔ اب تم تباؤ مودودی پر ایمان لانے والو کہ باطن کا اندھا کون ہے؟ اگر ہیں مکتب ہمیں ملتا: کارِ طفلان تمام خواہد شد

۳۵۔ تمام انبیاء علیہم السلام پر اللہ کی طرف سے سلام آتا ہے جو اُن کی عظمت، عصمت،

سالم اور منصور ہونے کی دلیل ہے۔ تفسیر عثمانی (۱۸۰ تا ۱۸۲ صحت)

حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ جس پر اللہ سلام بھیجے اس کے معنی یہ کہ اُسکی پکڑ نہیں۔ حضرت علامہ

شہیر احمد عثمانیؒ نے لکھا ہے کہ تمام انبیاء پر سلام آتا ہے جس کے ساتھ معنی یہ ہیں کہ وہ معصوم ہیں۔ پس جو شخص عصمت انبیاء کو مجروح کرتا ہے وہ قرآن کی تکذیب کرتا ہے۔ عصمت لازم نبوت میں سے ہے۔ یہ نہیں کہ مصلحت اللہ تعالیٰ نبی سے گناہ جوئے نہیں دیتا۔ انبیاء میں ماوہ گناہ ہی نہیں ہوتا۔

۳۶۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت پر جسد یعنی دھڑ دلنے کے معنی

===== (آیت ۳۴ - سورہ ص) =====

اس آیت کی صحیح حدیث لکھ کر حضرت علامہ شہیر احمد عثمانیؒ نے تفسیر لکھی ہے۔ مگر مودودی نے تفہیم القرآن میں لکھا ہے کہ حدیث کی روایت تو صحیح ہے مگر معلوم نہیں حضور معلّم نے کیا فرمایا اور سامعین (صحابہؓ) نے کیا سنا۔ حدیث کو خلاف عقل قرار دے کر جو خرافات اور حیاء کے خلاف باہیں مودودی نے لکھی ہیں اُن کو پڑھ کر شیطان بھی شرماتا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ عقل پرستی سے بچائے۔ اہل علم توجہ فرمائیں۔

۳۷۔ حضرت سلیمانؑ کی دُعا اور دے مجھ کو وہ بادشاہی کہ

مناسب نہ ہو کسی کو میرے بعد“ (آیت ۳۵ - ص)

=====

اسی طرح سلیمانؑ کی دُعا کے بارے میں یہودیوں کی خرافات پر مبنی تفسیر لکھی ہے جس کو پڑھ کر مر سید کی روح بھی تڑپتی ہوگی کہ مجھ کو بھی ایسی دُور کی نہ سوجھی۔ تفسیر ایک بہت لطیف اور دقیق فن ہے اور دُور کی نے اس میدان میں قدم رکھ کر سخت غلطی کی ہے اور یہودیوں کو بھی مات کر دیا ہے۔ اسی لئے تفہیم القرآن کو بعض حضرات تحریف القرآن کہتے ہیں۔ یہاں صرف اہل علم حضرات کو اشارہ کر دیا ہے۔ یہ مختصر کتابچہ تفصیل کا مکتمل نہیں۔

۳۸۔ باطل پرست چاہتے ہیں کہ اہل حق سے اُوپر ہو کر رہیں مگر

ایسا ممکن نہیں ===== (۵۶ - مومن) =====

قرآن شریف نے ایسے لوگوں کے باطن کا پردہ چاک کیا ہے جو اہل حق سے بلاوجہ اُلجھتے ہیں اور اُن کی مخالفت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اہل باطل یہ چاہتے ہیں کہ ہم اہل حق سے اُوپر ہو کر رہیں۔ مگر اللہ اُن کو ابھرنے نہیں دیتا۔ وہ لاکھ کوشش کریں مگر اہل حق کو زیر اور خود کو زبر نہیں کر سکتے۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ میں مسیحا بن جاؤں اور مشائخ اور مفسرین کی عظمت کم کر کے خود اُن سے بڑا بن جاؤں وہ کبھی کامیاب نہیں ہوگا۔

۳۹۔ جو لوگ قرآن کی آیات میں الحاد کرتے ہیں ان کو

ڈھیل دی جاتی ہے مگر انجام آگ ہے

===== (۴۰۔ حمد سجدہ) =====

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے قرآن میں الحاد کرتے ہیں یعنی اپنی عقل سے وہ معنی نکالتے ہیں جو اللہ کا منشاء نہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہم کو خوب دولت اور مشرت جو مل رہی ہے وہ ہماری خدمات کا نتیجہ ہیں۔ نہیں بلکہ اللہ ان کو ڈھیل دیتا ہے اور کٹاں کٹاں ان کو آگ کی طرف کھینچتا ہے۔ اسی کو استدرج راج کہتے ہیں۔ عزت اور مقبولیت بزرگوں کی جوتیاں سیدھی کر کے حاصل ہوتی ہے۔

۴۰۔ انبیاء علیہم السلام نفس ایمان کے ساتھ ہمیشہ سے متصف ہوتے ہیں

===== (۵۲۔ شوریٰ) =====

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے آیت ۵۲۔ سورہ شوریٰ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ انبیاء نفس ایمان کے ساتھ ہمیشہ سے متصف ہوتے ہیں مگر مودودی کا یہ خیال ہے کہ ”انبیاء آثار کائنات کے مشاہدے سے توحید کی معرفت حاصل کرتے ہیں۔ جیسا کہ سورہ انفصام کی تفسیر میں درج ہے کہ ابراہیمؑ بنی ہونے سے قبل آثار کائنات کے مشاہدے سے توحید کی معرفت حاصل کر چکے تھے“ لیکن ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ ”ان سے عارضی طور پر ہی سہی شرک سرزد ہو گیا تھا“ انبیاء نبوۃ سے پہلے ولی ہوتے ہیں۔ ولایت ایمان اور تقویٰ کا اعلیٰ درجہ ہوتا ہے۔ یہ کمال ان کا فطری ہوتا ہے۔ مودودی نے حقیقت ایمان اور حقیقت نبوۃ کو کسبیات سے ملا کر تلبیس پیدا کر دی ہے۔ اہل معرفت اور اہل علم کے لئے مقام غور ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی ”غیر کثیر کا مطالعہ ضرور کریں۔

۴۱۔ قرآن کا موضوع توحید و رسالت ہے

=====

مودودی نے تفہیم القرآن کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ قرآن کا موضوع ”انسان“ ہے۔ ”انسان“ قرآن کا موضوع نہیں بلکہ مخاطب ہے۔ قرآن کا موضوع ”توحید و رسالت“ ہے۔ الم کے بعد یہ واضح کیا جا رہا ہے کہ اس کتاب میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ ہدایت ہے ڈرنے والوں کے لئے۔ یعنی یہ کتاب سرچشمہ ہدایت ہے جس میں توحید و رسالت کی حقیقت کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ تمام احکامات اسی موضوع کے تابع ہیں تمام نتائج و ثمرات اسی موضوع سے منسلک ہیں۔ اس مضمون کو آیتہ الکرسی کی تشریح میں تفسیر عثمانی میں مطالعہ کریں۔

اگر انسان اس کا موضوع ہوتا تو انسان کی انٹومی، نفسیات، جسمانیات، علم الابدان، اس کے جسم کے لئے کن کن غذاؤں کی ضرورت ہے وغیرہ وغیرہ سب کی تفصیل ہوتی۔ رہا نفس الامر کا معاملہ کہ قرآن میں ان باتوں کا ذکر ہے جو انسان کے نفع و نقصان کا پتہ دیتی ہیں تو پھر معاملہ اسی مقام پر آتا ہے کہ توحید و رسالت کی صحیح معرفت میں انسان کی فلاح ہے اور اس کی غلط معرفت میں اس کا دائمی نقصان ہے۔ یوں تو جو بلوچی، بیلوچی، ہٹری، جغرافیہ، فزکس، کیمسٹری، علم الحساب وغیرہ سب کا موضوع انسان ہے کہ ان علوم کے علمی فائدوں سے انسان متمتع ہوتا ہے۔ مودودی کا ذہن چونکہ سفلیات کی طرف مائل ہے اس لئے اس حقیقت کو پہنچنے میں دشواری پیش آئی۔

۴۲۔ کیا فقہاء اور متکلمین اصطلاح کفر سے ناواقف تھے؟

مودودی نے اپنے دیباچہ میں لکھا ہے کہ مثلاً ایک لفظ کفر کو لیجئے جو قرآن کی اصطلاح میں اصل عربی لغت اور ہمارے فقہاء و متکلمین کی اصطلاح دونوں سے مختلف معنی رکھتا ہے۔
ذرا مودودی کے اس ناپاک جملے پر غور فرمائیں۔ یہ ہمارے فقہاء اور متکلمین (جیسے امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام مالک، امام غزالی، امام رازی، مولانا محمد قاسم وغیرہ) کو کیا کفر کے وہ معنی لیتے تھے جو قرآن نہیں لیتا۔ مگر مودودی نے یہ نہیں بتایا کہ فقہاء اور متکلمین کفر کے کیا معنی لیتے تھے اور قرآن کیا معنی لیتا ہے۔ اس کے معنی اگر غور کیا جائے تو یہ ہیں کہ ہمارے فقہاء اور متکلمین کفر کو ہی نہیں سمجھتے تھے قرآن کے مطابق۔ جب یہ حضرات کفر کو نہیں سمجھتے تھے تو پھر اسلام کو کیا خاک سمجھ رہے ہوں گے؟ کیسی بے باکی، جسارت اور کبر ہے۔ ہمارے فقہاء اور متکلمین تو کفر کو بھی خوب سمجھتے تھے اور اسلام کو بھی خوب سمجھتے تھے مگر تم نہ کفر کی حقیقت جانتے ہو نہ اسلام کی حقیقت سے واقف ہو نہ یہ خرافات نہ دیکھتے۔

۴۳۔ مدرسہ اور خائفانہ

مودودی نے مقدمہ تفہیم القرآن میں لکھا ہے کہ قرآن دنیا کے عام تصور مذہب کے مطابق ایک فری مذہبی کتاب بھی نہیں ہے کہ ”مدرسے اور خانقاہ“ میں اس کے سارے رموز حل کر لئے جائیں۔

مگر امام ابن کثیرؒ، ابن جریرؒ، امام رازیؒ، شاہ ولی اللہؒ، شاہ عبدالقادرؒ، مولانا اشرف علیؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، صاحب جلالینؒ، صاحب روح المعانیؒ اور دیگر بڑے بڑے محدثین، مفسرین اور فقہاء مدرسوں اور خانقاہوں کی ہی پیداوار ہیں۔ اگر یہ حضرات مدرسوں اور خانقاہوں سے نہیں نکلے تو پھر مودودی بتائے کہ یہ کہاں کے تربیت یافتہ اور تعلیم یافتہ ہیں۔ اگر مودودی کا منشاء یہ ہے کہ انہیں کوئی بھی رموز اور اسرار قرآنی سے واقف نہیں تو یہ بات تو آگے بکھینچتی ہے چونکہ صحابہ کرامؓ دراصل یہ اور خانقاہ ہی کی پیداوار ہیں۔ یہ صرف کیا محتاج کیا یہ خانقاہ نہ تھی اور اصحابِ اہل خانقاہ نہ تھے؟ اور مسجد نبوی مدرسہ نہ تھی جہاں حضور صلعم تعلیم دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول صلعم کو بھیجا کہ وہ آیات تلاوت فرماتے ہیں اور تزکیہ فرماتے ہیں اور کتاب سکھاتے ہیں اور حکمت سکھاتے ہیں۔ خانقاہ کی اصل تزکیہ ہے اور تعلیم کی اصل مدرسہ ہے یعنی خانقاہ کا قیام تزکیہ کے لئے پیش آیا اور مدرسہ کا قیام تعلیم کتاب اور تعلیم حکمت کے لئے پیش آیا۔ صحابہؓ کو تجرباتی تفسیر کے لئے آزاد نہیں چھوڑا گیا بلکہ خود حضور صلعم کو باری تعالیٰ نے قرآن کے معانی سمجھائے۔ سورہ قیامت میں ہے کہ قرآن کریم کو آپ کے سینے میں جمع کرنا اور پڑھنا تیری زبان سے ہمارا ذمہ ہے۔ پھر جب ہم پڑھنے لگیں فرشتہ کی ذبانی تو ساتھ وہ اُس کے پڑھنے کے۔ پھر مقرر ہمارا ذمہ ہے اُس کو سکھول کر بتلانا۔ تفسیر عثمانی میں لکھا ہے اس آیت کی شرح میں کہ قرآن کا یاد کرنا اور اُس کے علوم اور معارف کو تمہارے اوپر کھولنا اور تمہاری زبان سے دوسروں تک پہنچانا ہماری ذمہ داری ہے۔ اسی لئے احادیث قرآن کی تفسیر میں اور احادیث وحی غیر مکتوبہ میں یعنی احادیث بھی وحی الہی ہے مگر وہ قرآن کی طرح تلاوت نہیں کی جاتی اور قرآن سے اُن کا درجہ ثانی ہے۔ قرآن وحیث اور تزکیہ و تعلیم آج تک مدرسوں اور خانقاہوں ہی کے مشاغل رہے ہیں اور ہیں۔ مودودی نے مدرسوں اور خانقاہوں کی اہمیت اور عظمت پر ضرب لگائی ہے۔ مودودی نے مدرسوں اور خانقاہوں پر اس لئے ضرب لگائی ہے کہ مودودی خود کسی عالم یا شیخ سے فیض یافتہ نہیں ہے۔ ہم مودودی اور اُس کی جماعت سے پوچھتے ہیں کہ وہ دو چار ایسے بڑے لوگوں کے نام بتائیں جو کسی بزرگ سے فیض یافتہ نہ ہوں بلکہ مودودی کی طرح خود منصب اسلام پر بیٹھ گئے ہوں۔ اگر یہ جرات تاریخ امت میں کسی نے کی بھی اور دین کا پیشوا بن گیا تو امت نے اُن کو ٹھکرا دیا۔

ایک دفعہ مولانا یوسف بنوری مرحوم نے حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو مودودی کی کوئی تحسیر دکھائی۔ اور یہ کہا کہ دیکھئے حضرت مودودی نے کیا لکھا ہے۔ حضرت علامہؒ نے جواباً فرمایا مولوی یوسف! یہ لوگ خود رو پودے ہیں۔ کبھی کچھ لکھ مارا۔ کبھی کچھ لکھ مارا۔ حضرت علامہؒ کا یہ جملہ مولانا بنوری مرحوم

نے مجھ کو خرد سنایا تھا۔ اسی لئے شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے قرآنی آیت ”جو ہر ایک ہڈی دنگے یعنی طاغوت سے“ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ”ہڈی دنگا وہ جو ناحق سرداری کا دعویٰ کرے اور کوئی سند نہ رکھے“ جو شخص مدرسہ اور خانقاہ سے محروم ہے یعنی استاد علوم ظاہری اور استاد علوم باطنی کے بغیر دین کے میدان میں قدم رکھ کر لوگوں کا پیشوا بننا چاہتا ہے وہ ہڈی دنگا اور طاغوت ہے۔ قرآن نے ایسے لوگوں سے بچنے اور دور رہنے کا حکم دیا ہے۔ جب طب بدنی کے غیر ماہر اور غیر سند یافتہ کو علاج جسمانی کی اجازت نہیں تو طب روحانی کے غیر ماہر کو مسلمانوں کے ایمان سے کھینے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ اگر حکومت ایسے لوگوں کی گرفت نہیں کرتی تو عوام ایسے لوگوں کی خبر لے سکتے ہیں جو

لوگ ایسے شخص کو مفکر اسلام بنانے کے چکر میں عربوں تک کو گمراہ کر رہے ہیں وہ اپنے انجام سے آنکھیں بند نہ رکھیں۔ جہلا وہ شخص کیسے مفکر اسلام ہو سکتا ہے جو فیض ظاہری اور فیض باطنی دونوں سے محروم ہو۔ مثل مشہور ہے کہ جس کا کوئی پیر نہیں اُس کا پیر شیطان ہوتا ہے۔ حضرت گنگوہیؒ نے اس کے خوب معنی لکھے ہیں۔ اب ہم مدرسہ اور خانقاہ کی حقیقت نکلتے پر ذرا روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے: ”اور نکاح مت کرو مشرک عورتوں سے جب تک ایمان نہ لے آئیں اور البتہ لونڈی مسلمان بہتر ہے مشرک بی بی سے اگرچہ وہ تم کو بھلی لگے اور نکاح نہ کرو مشرکین سے جب تک وہ ایمان نہ لے آویں۔ اور البتہ غلام مسلمان بہتر ہے مشرک سے اگرچہ وہ تم کو بھلا لگے۔ وہ بتاتے ہیں دوزخ کی طرف اور اللہ بتاتا ہے جنت کی طرف اور بخشش کی طرف اپنے اذن سے اور بتلاتا ہے اپنے حکم لوگوں کو تاکہ وہ نصیحت قبول کریں“ (سورہ بقرہ - آیت ۲۲۱)

یہاں غور طلب معاملہ یہ ہے کہ اللہ بتلاتا ہے جنت اور مغفرت کی طرف اپنے اذن سے ”اس میں اذن کی حقیقت کیا ہے۔ اذن باری تعالیٰ کا فیضی حکم ہے جو عالم بالا میں سب سے پہلے رسول کی طرف منتقل ہوتا ہے یہ اذن شان رسالت اور شان نبوت کی اصل ہے اور رسول و نبی کا مطاع خاص و عام ہونا اسی اذن کی وجہ اور برکت سے ہے۔ پھر یہ اذن رسول یا نبی کے واسطے سے امت کے اصفیاء اور اقیاء کی طرف منتقل ہوتا ہے جو نیابت کے کام پر مامور ہوتے ہیں۔ اس اذن کا دوسرا نام سند ہے۔ جب تک یہ سند حاصل نہ ہو کوئی شخص منصب ہدایت یا منصب نیابت رسول پر فائز نہیں ہو سکتا۔ یہی اذن ہے جو صحابہؓ سے تابعینؓ میں اور تابعینؓ سے تبع تابعینؓ میں اور امت کے علماء اور فقہاء اور مفتیان شرع متین

میں منتقل ہوتا چلا آ رہا ہے۔ اور یہی اذن ہے جو مشائخ میں منتقل ہوتا چلا آ رہا ہے۔ شجرہ جو مشائخ میں مروج ہے اسی اذن کے انتقال کی طرف اشارہ کرتا ہے اور کوئی شخص اپنے مرشد کی اجازت یعنی اذن کے بغیر منصب خلافت پر فائز نہیں ہو سکتا اگر کوئی شخص بغیر اذن مرشد بیعت و ارشاد کا سلسلہ شروع کر دے تو اس کے کام میں برکت نہیں

ہو سکتی اور وہ اعانت خداوندی اور برکات رسالت سے محروم ہوگا اور لوگوں کو سبائے ہدایت کے گمراہ کرے گا۔ مدارس میں سند کی اصل بھی یہی اذن ہے جس کا سلسلہ اوپر چلا جاتا ہے اور سرور کائنات صلعم تک پہنچتا ہے۔

اب یہ بات محقق ہوگئی کہ بغیر اذن جو شخص امت میں سرداری اور چودہراہٹ کا دعویٰ کرتا ہے وہ جاہل گمراہ اور بد دین ہے۔ اُس کے علم کا کوئی اعتبار نہیں۔ اُس کے باطن کا کبھی تصفیہ اور تزکیہ نہیں ہو سکتا۔ اُس کے اقوال و افعال میں گمراہی غالب ہوگی اور امت میں ایک بڑا فتنہ ہوگا۔ جو لوگ کسی وجہ سے اُس کی طرف مائل ہوں گے وہ بھی گمراہ ہوں گے۔ فتنہ اور فساد اُن کے باطن میں غالب ہوگا۔ اگر آپ گمراہ فرقوں کی تاریخ پر نظر ڈالیں گے تو انشاء اللہ ہماری بات کی تصدیق کریں گے۔ امت میں جتنے گمراہ فرقوں کے پیشوا گزرے ہیں انھوں نے ہمیشہ عالم ہونے کا دعویٰ کیا۔ قرآن و حدیث پر عامل ہونے کا دعویٰ کرتے رہے اور بہت لوگوں کو گمراہ کرتے رہے۔ اپنی عقل سے اسلام کی تعبیر بیان کی اور یہ کہا کہ یہی اسلام کی اصل تعبیر ہے اور بڑے بڑے علماء و فقہاء اور مشائخ کو اپنی تنقید کا نشانہ بنایا اور عوام میں اُن کی عظمتوں کو گھٹانے کی کوشش کی۔ بعض لوگ تو صحابہؓ پر حملے کرتے رہے۔ آگے بڑھنے والوں نے انبیاءؑ کو بھی نہیں بخشا۔ اگر آپ مودودی اور اُس کی جماعت کے احوال میں غور کریں گے تو یہ تمام باتیں آپ کو اُن کے اندر ملیں گی۔ جس دور میں ہم یہ باتیں لکھ رہے ہیں اس میں تو ان لوگوں کی باطنی گندگی، حرص و ہوس، دین کو حصول دنیا کے لئے استعمال کرنا، حسد، کینہ، بغض، مداوت، شیطانی انتقام، جھوٹ، فریب، الزام تراشی، عین کونا باطنی خبیث ہے جو حیاں نہیں ہو گیا۔ لوگوں نے یہ بھی دیکھ لیا کہ اسلام کے نام پر زندگی اور الحاد، انصاف کے نام پر ظلم، اصلاح کے نام پر فساد، ہدایت کے نام پر فتنہ پھیلانے میں ان لوگوں کو کمال حاصل ہے۔ چور دروازے سے حکومت میں آکر اپنی دیرینہ خواہش حکومت کو پورا کیا۔ جو لوگ مدرسوں اور خانقاہ سے نکلے ہوئے ہیں اُن کے علم، اخلاق، کردار، اطوار، گفتگو، عام معاملات وغیرہ کو مودودی جماعت کے لوگوں کے احوال ظاہری سے مقلمت پاؤ گے اور باطن کا معاملہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے مگر عقل اتنی بات کا پتہ دیتی ہے کہ جن کے احوال ظاہری اتنے گندے ہیں اُن کا باطن کتنا گندہ ہوگا اور جس طرح قادیانیوں نے اپنے آپ کو امدی کہہ کر اس پاک لفظ اور نسبت کو آلودہ کیا ہے اسی طرح ان لوگوں نے خود کو صالحین اور جماعت اسلامی کہہ کر ان پاک ناموں اور نسبتوں کو خراب کر دیا ہے۔

۴۴۔ پھر تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے

تو خرابی ڈالو ملک میں اور قطع کرو اپنی قرابتیں

===== (سورۃ محمد) =====

یہ قرآن کی آیت ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ حکومت و اقتدار کے نشر میں اعتدال اور انصاف پر قائم رہنے کے بجائے تم سے یہ بھی توقع ہے کہ تمہاری حوس دنیا اور بڑھ جائے اور جاہ و حکومت کی کشمکش اور غرض پرستی میں اللہ کی زمین کو فساد سے بھر دو۔ ناظرین غور فرمائیں۔ یہ آیت مودودی جماعت پر مکمل طور پر فٹ ہوتی ہے۔ یہ لوگ چور دروازے سے حکومت میں شامل ہوئے اور جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں وہ صرف پاکستان کے لوگ ہی نہیں پورا عالم اسلام بلکہ پوری دنیا کے لوگ بخوبی دیکھ رہے ہیں کہ اسلام کے مقدس نام پر یہ جماعت کیا کر رہی ہے۔ ہمارے مرشدؒ نے ۱۹۶۰ء میں انتقال فرمایا۔ وہ بیان کرتے تھے کہ تم آئندہ چل کر دیکھو گے کہ مودودی لوگ دائیہاں لگا کر وہ کام کریں گے جو داڑھی منڈے نہ کر سکیں گے۔ یہ تو بار بار فرماتے تھے کہ میں اس زمانہ میں مودودی کو فتنہ اعظم سمجھتا ہوں ۴۴

۴۵۔ قرآن کا اصلی کارنامہ مودودی کے نزدیک

مودودی نے اپنے مقدمہ تفہیم القرآن میں لکھا ہے کہ قرآن کریم ایک دعوت و تحریک کی کتاب ہے۔۔۔۔۔ یہ کتاب گھر گھر سے ایک ایک سعید روح اور پاکیزہ نفس کو کھینچ کھینچ کر لائی اور داعی حق کے جھنڈے تلے سب کو اکٹھا کیا۔ گوشے گوشے سے ایک ایک فتنہ جو اور فساد پرورد کو بھر کا کر اٹھایا اور حامیان حق سے اُن کی جنگ کرا دی۔ (صفحہ ۳۲، مقدمہ تفہیم القرآن)

مودودی کے نزدیک یہ ہے قرآن عظیم کا اصل کارنامہ یعنی ایک طرف صالحین کو حضور معلّم کے جھنڈے کے نیچے اکٹھا کیا اور دوسری طرف غندوں اور بد معاشوں کو بھر کا کیا کہ اس جماعت صالحین سے جنگ کرو۔ لعنت ہے ایسے بیہودہ اور گندے خیالات پر۔ گویا قرآن عظیم نے بیک وقت رحمن اور شیطان کا رول ادا کیا۔ (نعوذ باللہ من شرور انفسنا)

۴۶۔ مودودی کے کارکنوں پر آیتوں اور سورتوں کا ظہور

مقدمہ میں مودودی نے یہ بھی لکھا ہے کہ ”جب تم دعوتِ قرآن لے کر اُٹھو گے تو ابوجہل اور ابولہب، منافقین اور یہود، سابقینِ ادلین سے لے کر مؤلفۃ القلوب تک سبھی طرح کے انسانی نمونے آپ دیکھ بھی لیں گے اور برت بھی لیں گے۔ یہ ایک اور ہی قسم کا سلوک“ ہے جس کو میں سلوکِ قرآنی کہتا ہوں۔ اس سلوک میں قرآن کی آیات خود آپ کے سامنے آکر آپ کو بتاتی چلی جائیں گی کہ وہ اس منزل میں اُتری تھیں اور یہ ہدایت لے کر آئی تھیں۔ اس وقت یہ تو ممکن ہے کہ لغت اور نحو اور معانی اور بیان کے کچھ نکات سالک کی نظر سے چھپے رہ جائیں لیکن یہ ممکن نہیں ہے کہ قرآن اپنی روح کو اُس کے سامنے بے نقاب کرنے سے بخل برت جائے“ (صفحہ ۳۳۔ مقدمہ تفہیم القرآن)، مگر آج تک مودودی کے ”سالکینِ قرآن“ نے اپنے احوالِ باطنی پر آگاہ نہیں کیا تاکہ دوسروں کو بھی تحریصِ ہوتی قرآن کو اس نئے طریقہ سے سمجھنے کی۔ آج تک تو صرف حکومت کا لالچ دے کر یا دوسرے مادی طریقوں سے ہی لوگوں کو جماعتِ مودودی میں کھینچنے کی کوشش کا پتہ چلا ہے۔ جب شاگردوں پر آیات اور سورتوں کا ظہور بہ ایں عنوان ہوتا ہوگا تو مودودی پر تو پورا قرآن تفصیل سے دوبارہ اُترا ہوگا اور کچھ زیادہ ہی علوم کے چستے بے ہوں گے چونکہ استاد کا علم و حال بہر حال شاگردوں سے کچھ زیادہ ہی ہوتا ہے۔ اگر یہ بات ہے تو پھر مودودی کو یہودیوں کی افسانیکو پڑیا جدید اور عصری تاریخ، آثارِ قدیمہ کی ناقص ریسرچ کا سہارا لے کر قرآن کی تفسیر (تفہیم القرآن) لکھنے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ اُن کو تو صاف لکھ دینا چاہیے تھا کہ فلاں آیت مجھ پر ظاہر ہوئی اور اُس نے مجھ کو اپنے یہ معنی بتائے اور فلاں سورۃ مجھ پر متمثل ہوئی اور اُس نے یہ معارف نازل کئے۔ استاد کو اپنے مشاہدات کا بیان کرنا اس لئے بھی ضروری ہوتا ہے تاکہ شاگردوں کو ٹھوکر نہ لگے اور وہ کسی شیطانی اغوا میں گرفتار نہ ہو جائیں۔

غلام احمد قادیانی تو صرف آیاتِ قرآنی کا اپنے اوپر دوبارہ نازل ہونا بیان کرتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ جس کو میں قرآن کہوں وہ قرآن ہے اور جس کو میں قرآن نہ کہوں وہ قرآن نہیں ہے۔ لیکن مودودی نے تو اپنے ہر ایک کارکن پر آیتوں اور سورتوں کا نزولِ ثانی مقرر فرما دیا۔ اس لئے یہی کہا جائے گا کہ یہ فتنہ ”مودودیت“ فتنہ قادیانیت سے بڑھ کر ہے۔ فتنہ

تفاوتِ قامتِ یار اور قیامت میں ہے کیا ممنون
وہی فتنہ ہے لیکن یاں ذرا سانچے میں ڈھلتا ہے

جب پیغمبری کے جبر کے اپنے شاگردوں کے لئے تجویز کئے ہیں تو اپنے لئے کیا تجویز نہ کیا ہوگا!۔
 بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُؤْتِيَ صُحُفًا مِّنْ سَفَاةٍ یعنی بلکہ چاہتا ہے ہر ایک مردِ اہل میں کہ میں اُس کو ورق کھلے ہوئے (سورہ مدثر) اہل فہم حضرات آیت لہذا کا مدلول اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے۔

۴۷۔ جو شخص صحابہ کی بدگوئی کرے اُس کے لئے مال فتنے میں کچھ حصہ نہیں

۱۔ حشر

تفسیر عثمانی میں لکھا ہے کہ جو شخص صحابہ کی بدگوئی کرے اُس کے لئے مال فتنے میں کوئی حصہ نہیں۔ اس بات سے اندازہ لگائیں کہ مال فتنے عام مسلمانوں میں تقسیم ہوتا ہے مگر صحابہ کی شان میں بے ادبی کرنے والے کو اس میں سے حصہ نہیں ملے گا۔ اس کے معنی کچھ اس طرح ہیں کہ وہ اسلام اور کفر کی سرحد پر کھڑا ہے اس حکیمانہ تفسیر سے مودودی لوگ عبرت پڑھیں اور ایسے شخص پر لعنت بھیجیں جو صحابہ میں کیرٹے نکالتا ہے ایک مرتبہ کسی آدمی نے صحابہ میں سے کسی کی بدگوئی کی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا میں اس کی زبان کاٹوں گا۔ تین دفعہ فرمایا تاکہ آئندہ یہ کسی صحابی کی شان میں گستاخی نہ کر سکے۔

۴۸۔ مقاصد بعثت چار ہیں : (۱) تلاوت آیات (۲) تزکیہ

(۳) تعلیم کتاب (۴) تعلیم حکمت۔ (۲، جمعہ، ۱۶۴۔ آل عمران)

مقاصد بعثت کی آیات کو ہمہ وقت پیش نظر رکھو۔ مودودی نے مقصد بعثت کو خلافت کے قیام میں منحصر کر دیا اور تعلیم القرآن کے مقدر میں یہی کچھ بھرا ہے کہ حضور صلعم اس مقصد کو حاصل کرنے میں ۲۳ برس میں کامیاب ہوئے۔ اس بات میں بڑی گہری تلبیس ہے اور قرآن کے منافی ہے۔ مقصد بعثت وہی ہے جو سورہ جمعہ اور سورہ آل عمران کی آیات میں بیان ہوا۔ مودودی نے کمال جہل سے مقصد بعثت کو بدل ڈالا۔ خلافت کا وعدہ مومنین سے کیا تھا نہ کہ حضور صلعم سے (۵۵۔ سورہ نور) مومنین کے لئے بھی خلافت موعود ہے مقصود نہیں۔ مقصود وہی ہے جو آیات مقاصد بعثت میں بیان ہوا۔ خلافت نبوة سے نیچے ہے۔

۴۹۔ یہودی علماء تزکیہ سے دوری کی وجہ سے گدھے ہو گئے تھے جس پر کتابیں لدی ہوں

(۵۔ جمعہ)

آیات بعثت کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کا خاص طور سے ذکر کیا کہ یہ لوگ علم کے باوجود جاہل تھے۔

گدھوں کی سی حالت ہو گئی تھی جس پر کتابیں لادھی ہوں۔ مراد یہ ہے کہ باطن گندہ تھا اور توبیت کے گن گاتے تھے اور عمل اُس کے مخالفت۔ مگر زعم یہ تھا کہ ہم اللہ کے دوست ہیں۔ بعینہ ہی حالت مودودی اور اُس کی جماعت کی ہے کہ تزکیہ سے بہت دُور ہو گئے ہیں اور اہل تزکیہ کے دشمن اور اُن کا مذاق اُڑاتے ہیں اور اُن پر طعن کرتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم صالحین کا گروہ ہیں۔

۵۰۔ بھٹو کیس میں مودودی اور مودویوں کا معاذانہ موقف

ہم نے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے تلمیذ خاص اور جانشین مولانا احتشام الحق مٹھافوی مدظلہ سے مندرجہ ذیل سوالات کئے۔ اُنھوں نے اپنی عنایت خاص سے اُن کے شافی جوابات مرحمت فرمائے۔ ہم اُن کے ممنون ہیں کہ اُنھوں نے اس پُر آشوب دُور میں جبکہ بڑے بڑے لوگ حق پوشی میں مبتلا ہیں بڑی عالمانہ تحقیق سے ان سوالات پر فتویٰ صادر فرمایا۔

سوال نمبر ۱ : وعدہ معاف گواہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

سوال نمبر ۲ : اسلامی شریعت کے اعتبار سے گواہ میں کیا شرائط ہونی چاہئیں؟

سوال نمبر ۳ : شک کا فائدہ اسلام میں کس کو ملنا چاہیے؟

سوال نمبر ۴ : اگر گواہوں میں اختلاف ہو تو کیا اُن کی گواہی مقبول ہے یا مردود ہے؟

ہم نے یہ سوالات اس لئے کئے کہ مودودی اور اُن کے متقلدوں کے کردار کو منظر عام پر لائیں۔ ایک دفعہ مودودی نے کہا تھا کہ بھٹو صاحب کے لئے اگر ایک قانون ہو اور دوسروں کے لئے دوسرا قانون ہو تو یہ اسلام کے خلاف ہے۔ اسی طرح اُن کے شاگرد خاص محمود اعظم فاروقی نے فرمایا تھا۔ جب بھٹو صاحب کے خلاف فیصلہ ہوا کہ اسلام میں کسی کو بھی سزا کو معاف کرنے کا اختیار نہیں ہے حتیٰ کہ حضور صلعم کو بھی کسی کی سزا کو معاف کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ اسی طرح ایک مودودی نے کہا کہ یہ فیصلہ اللہ کا فیصلہ ہے۔ ہمارا کہنا یہ ہے کہ آپ لوگوں نے اسلام کا پیوند رومن لاد میں کیوں لٹکایا؟ اگر دیانت تھی تو یہ کہتے کہ بھٹو صاحب پر اسلامی قانون کے مطابق مقدمہ چلانا چاہیے۔ پھر کسی کو معاف کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔ اُنھوں نے مقدمہ کے سلسلے میں اسلام کا نام کیوں نہیں لیا اور اسلامی قانون کو ناقص انداز میں سپریم کورٹ کے فیصلہ کے بعد کیوں اعلان کر دیا؟ مندرجہ ذیل فتویٰ سے اُس کی حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔ فیصلہ ۵ مارچ ۷۹ء کو دیا اور اسلامی قوانین اپنی ناقص شکل میں ۱۰ مارچ ۷۹ء کو اعلان پذیر ہوئے۔ اس سلسلہ میں معلوم ہو جائے گا کہ اسلامی قوانین کا اعلان کرانے

میں مودودی لوگوں نے اتنی دیر کیوں لگوائی۔ یہودی بھی یہی کہتے تھے کہ جو بات پسند آئی اُس کو مان لیا اور جو بات خواہش کے خلاف ہوئی اُس کو ٹال دیا یا بدل دیا یا اس میں کانٹ چھانٹ کر لی۔

الجواب

امور مسئلہ کے بارے میں ترتیب وار جوابات پیش ہیں۔

۱ : وعدہ معاف گواہ تین لفظوں کا مجموعہ ہے۔ وعدہ، معاف اور گواہ یعنی وہ گواہی جو اقبالی مجرم کی سزا کو معاف کرنے کا وعدہ کر کے کسی کے خلاف حاصل کی جائے۔ یہ رومن نظام عدل اور برطانوی نظام انصاف کی ایک قسم کی قانونی شہادت ہے جو عدل کے نام پر ظلم بالائے ظلم کی بدترین مثال ہے۔ درحقیقت اس دفعہ کا مقصد بھی انصاف اور دادرسی سے زیادہ سیاسی ہوتا ہے اور عام طور پر یہی دیکھا گیا ہے کہ اس کے ذریعہ حکومت وقت یا حاکم کی سیاسی خواہش کے مطابق کسی انہونی سازش کو جنم دیا جاتا ہے۔ اور ایک بے قصور انسان کو مجرم قرار دے دیا جاتا ہے۔ اسلام چونکہ انصاف کا حقیقی سرچشمہ ہے اس لئے اسلامی نظام عدل میں شہادت کا معیار اس قدر بلند ہے کہ اس میں وعدہ معاف گواہ نام کی کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ کیونکہ اقبالی مجرم نے جس جرم کا اقرار کیا ہے اگر وہ حدود قصاص میں سے ہے تو اس کی سزا معاف کرنے کا اختیار نہ کسی قاضی کو ہے نہ حاکم کو۔ قتل عمد کے اقبالی مجرم کی سزا کو مقتول کے ورثاء اگر چاہیں تو قصاص و دیت اور عفو میں سے بلا معاوضہ معافی کو اختیار کر سکتے ہیں۔ ورثاء کی مرضی کے بغیر جج یا حاکم کی طرف سے قتل کے اقبالی مجرم کو معاف کرنا مدعی کے حقوق میں مداخلت اور جرم پر سزا نہ دینے کی شرعی وعید کا مصداق بننے کے مترادف ہے۔

پھر قتل عمد کا اقبالی مجرم مرتکب گناہ کبیرہ اور قرآن کی تصریح کے مطابق جہنمی ہے اس کی شہادت مردود اور ناقابل قبول ہے۔ ایسے مردود الشہادۃ مجرم کے بیان کو شہادت کا نام دینا غیر عادل کو عادل قرار دینا ہے۔ قرآن کریم میں ہے :

وَالشَّهَادَةُ ذِي عَدْلٍ مِنْكُمْ وَأَقِيمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ

پھر جس گواہی کو حاصل کرنے کے لئے جان بخشی کی ضمانت دی گئی ہو یا کسی لالچ اور خوف سے حاصل کی گئی ہو تو وہ اجرت کی یا جبر و اکراہ کی شہادت ہے جو کسی معاملہ میں بالخصوص حدود قصاص میں ناقابل قبول ہے۔

اسلامی قانون کی رو سے کسی مجرم کے ارتکاب کا اقرار شرعی حجت ہے مگر اس کا اثر اقرار کرنے والے کی ذات تک محدود ہوتا ہے کسی دوسرے کے خلاف اثر انداز نہیں ہوتا۔ اگر اقبالی مجرم اپنے اقرار کے

ساتھ کسی دوسرے پر از کتاب جرم پر آمادہ کرنے کا الزام بھی لگاتا ہے تو دوسرے کے بارے میں یہ ایک مستقل اور نیا دعویٰ ہے جس کے ثبوت کے لئے دو یعنی اور عادل گواہوں کی شہادت ضروری ہے۔

شریعت اسلامیہ پر مبنی نظام عدل کی حکمت عملی اور پالیسی یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے حد و قصاص کو ٹالا جائے لہذا مصنوعی طریقہ پر شہادت مہیا کرنا اسلامی نظام عدل کی حکمت عملی کے بالکل خلاف ہے۔

۲ : دنیا کی تمام ملتیں اور حکومتیں اس پر متفق ہیں کہ حکومت کی غرض و غایت اور اصل مقصد حقدار کو حق پہنچانا اور ظلم کو مٹانا ہے جس کا طریقہ قضا اور فصل خصومات ہے۔ قضا کے اجزاء ترکیبی میں سے سب سے اہم اجزاء قاضی اور گواہ ہیں۔ اسلام نے قاضی اور گواہ کے لئے یکساں شرائط مقرر کئے ہیں کیونکہ شہادت قاضی و حاکم کو عدل تک پہنچانے میں فیصلہ کن مدد دیتی ہے۔ البتہ قاضی کے لئے علم کی شرط زائد ہے۔ فریقین کے جان و مال اور تنگ و ناموس کے تمام حقوق کے فیصلے کا دار و مدار اسی شہادت پر ہے۔

علمائے اہل لغت نے لکھا ہے کہ شہادت شہود سے بنا ہے جس کے معنی حاضر ہونے کے ہیں اور شہادت کے لغوی معنی ہیں کسی ایسی چیز کی صحت کی خبر دینا جس کا علم چشم دید اور مشاہدہ سے حاصل ہوا ہو۔

اسلامی نظام عدل کی اصطلاح میں شہادت کی تعریف یہ ہے، مجلس قضا میں قاضی کے دو برفظ شہادت کے ساتھ وہ سچی بات بیان کرنا جس کو بیان کرنے والے نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہو، گویا جو بیان مجلس قضا کے باہر ہو یا قاضی کے روبرو نہ ہو یا آنکھوں دیکھا نہ ہو یا بیان جھوٹا ہو وہ شہادت کی تعریف میں داخل نہیں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

جب گواہ واقعہ کو سورج کی طرح صاف طور پر دیکھ لے تو گواہی دے ورنہ اُس کی جرأت نہ کرے پھر وعید کے انداز میں شہادت زور اور جھوٹی شہادت سے سختی کے ساتھ روکا گیا ہے یہاں تک کہ شہادت کا جھوٹ ثابت ہو جانے پر اس کو قابل تعزیر بھی قرار دیا گیا۔

- ۱ : شاہد کے لئے ضروری ہے کہ وہ مسلمان ہو۔ کسی غیر مسلم کی شہادت مسلمان کے خلاف قابل قبول نہیں
- ۲ : شاہد کے لئے مکلف ہونا شرط ہے یعنی نابالغ اور دیوانہ کی شہادت قابل قبول نہیں۔
- ۳ : شاہد کے لئے عادل ہونا ضروری ہے یعنی فاسق کی شہادت قابل قبول نہیں ہے جو اسلام کے بڑے گناہوں کا مرتکب ہو۔ یا جھوٹ بولنے میں مشہور ہو۔
- ۴ : کسی خائن کی شہادت قابل قبول نہیں ہے۔
- ۵ : حدود قصاص میں شاہد کے لئے مرد ہونا ضروری ہے۔ عورتوں کی شہادت حدود و قصاص میں معتبر نہیں ہے۔

۶ : ایسے شاہد کی شہادت معتبر نہیں جو مدعی کی کفالت میں ہو۔

۷ : ایسے شاہد کی شہادت معتبر نہیں جس کی گواہی میں شاہد کے لئے نقصان سے بچنے یا منفعت حاصل کرنے کا احتمال موجود ہو۔

۸ : ایسی شہادت قابل قبول نہیں جو باپ کی طرف سے بیٹے کے حق میں یا بیٹے کی طرف سے باپ کے حق میں دی گئی ہو۔

۹ : اجیر کی شہادت قابل قبول نہیں۔

۱۰ : ایسے شاہد کی شہادت معتبر نہیں جس کے اور مدعی علیہ کے درمیان عداوت ہو۔

۱۱ : شہادت کے قابل قبول ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ نصاب شہادت پورا ہو۔ زنا میں چار گواہوں کا نصاب اور باقی معاملات میں دو گواہوں کا۔

۱۲ : شک کا فائدہ اسلام میں بھی مدعا علیہ کو دیا جاتا ہے، لیکن حدود و قصاص میں اسلامی عدالت کی حکمت عملی یہ ہے کہ حدود و قصاص کو ٹالنے کے لئے جیلے اور بہائے ڈھونڈے جائیں جو شک کا فائدہ دینے سے زیادہ بڑی رعایت ہے۔

۱۳ : اگر شاہدوں کے پہل میں اختلاف ہو تو ایسی شہادت غیر معتبر اور ناقابل قبول ہے۔

یہ جملہ تفصیلات فقہ اسلامی کی مستند کتابیں، ہدایہ، شافی اور فتاویٰ عالمگیری میں موجود ہیں۔

مولانا احتشام الحق بھٹاوی

۵۱ — مودودی نے عربوں کو ہر دو بار اور

بنارس کے پنڈتوں سے تشبیہ دی ہے

آج کل مودودی لوگ ریڈیو اور ٹی وی پر کنٹرول رکھتے ہیں۔ اس لئے اپنے لیڈر کی ستائش اور قد بڑھانے میں بہت مصروف ہیں۔ فیصل فاؤنڈیشن جو آدم جی اور باوانی فاؤنڈیشن کی طرح ایک عرب ادارہ ہے اور جس پر موقر یعنی جماعت مودودی کا اثر ہے اُس نے ایک سازش کے تحت مودودی کو ایوارڈ دیا ہے۔ دراصل امریکہ کا یہودی، مودودی کو عالم اسلام میں مہبوں کی جگہ لانا چاہتا ہے۔ یہ سارا کھیل دی ہے۔ عرب حضرات کی مودودی نے مندرجہ ذیل تعریف لکھی ہے۔ کاشش عرب کے لوگ اس کو بھی پڑھ لیں :

”ج کے پورے فائدے حاصل ہونے کے لئے ضروری تھا کہ مرکز اسلام میں کوئی ایسا طاقتور ہوتا جو اس عالمگیر طاقت سے کام لیتا، کوئی ایسا دل ہوتا جو ہر سال قائم دنیا کے جسم میں خون صالح دوڑاتا، کوئی ایسا دماغ ہوتا جو ان ہزاروں لاکھوں قاصدوں کے واسطے دنیا بھر میں ہلام کے پیغام کو پھیلائے کی کوشش کرتا، اور کچھ نہیں تو کم از کم اتنا ہی ہوتا کہ وہاں خالص اسلامی زندگی کا ایک نمونہ موجود ہوتا اور ہر سال دنیا کے مسلمان وہاں سے صحیح دینداری کا تازہ سبق لے لے کر پلٹتے، مگر دماغ افسوس کہ وہاں کچھ بھی نہیں! مدت ماضیے و راز سے عرب میں جہالت پرورش پاری ہے۔ نالائق حکمران (یہ الفاظ پندرہویں ایڈیشن میں تبدیل کر دیئے گئے ہیں) اپنے دین کے مرکز میں رہنے والوں کو ترقی دینے کی بجائے صدیوں سے پیہم گرانے کی کوشش کرتے رہے ہیں، اُنھوں نے اہل عرب کو علم، اخلاق، تمدنی ہر چیز کے اعتبار سے پستی کی انتہا تک پہنچا کر چھوڑا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ وہ سرزمین جہاں سے کبھی اسلام کا فوہ تمام عالم میں پھیلا تھا آج اسی جاہلیت کے قریب پہنچ گئی ہے جس میں کہ وہ اسلام سے پہلے مبتلا تھی۔ اب نہ وہاں اسلام کا علم ہے، نہ اسلامی اخلاق ہے، نہ اسلامی زندگی ہے، لوگ دور دور سے بڑی گہری عقیدتیں لئے ہوئے حرم پاک کا سفر کرتے ہیں مگر اس علاقہ میں پہنچ کر جب ہر طرف اُن کو جہالت، گندگی، طبع، بے حیائی، دنیا پرستی، بد اخلاق، بد انتظامی اور عام باشندوں کی گہری ہوتی حالت نظر آتی ہے تو ان کی توقعات کا سارا طلسم پاش پاش ہو کر رہ جاتا ہے، حتیٰ کہ بہت سے لوگ جج کر کے اپنا ایمان بڑھانے کی بجائے اُلٹا کھاتے ہیں، وہی پُرانی مہنت گری جو حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کے بعد جاہلیت کے زمانہ میں کعبہ پر مسلط ہو گئی تھی اور جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر ختم کیا تھا اب پھر

تازہ ہو گئی ہے، حرم کعبہ کے منتظم اب پھر اسی طرح مہنت بن کر بیٹھ گئے ہیں، خدا کا گھر اُن کے لئے جائیداد بن گیا ہے اور اُس گھر سے عقیدت رکھنے والوں کو وہ اسامی سمجھتے ہیں۔ مختلف ملکوں میں بڑی بڑی تنخواہیں پانے والے ایجنٹ مقرر ہیں تاکہ اسامیوں کو گھیر گھیر کر بھیجیں، ہر سال اجیر کے خادموں کی طرح ایک لشکر کا لشکر دلاؤں اور سفری ایجنٹوں کا مکہ سے نکلتا ہے تاکہ دنیا بھر کے ملکوں سے اسامیوں کو گھیر لائے، قرآن کی آیتیں اور حدیث کے احکام لوگوں کو سناتا کرچ پر آمادہ کیا جاتا ہے نہ اس لئے کہ خدا کا عائد کیا ہو فرض یا دولا یا جانے بلکہ صرف اس لئے کہ اُن احکام کو سن کر یہ لوگ حج کو نکلیں تو آمدنی کا دروازہ کھلے، گویا اللہ اور رسول نے یہ سارا کاروبار اپنی مہنتوں اور اُن کے دلاؤں کی پرورش کے لئے پھیلا یا تھا، پھر جب اس فرض کو ادا کرنے کے لئے آدمی گھر سے نکلتا ہے تو سفر شروع کرنے سے لے کر واپسی تک ہر جگہ اُس کو مذہبی مزدوروں اور دینی تاجروں سے سابقہ پیش آتا ہے۔ مُعَلِّم، مُطَوِّع، وکیل، مُطَوِّع، کلید بردار کعبہ اور خود حکومت حجاز سب اس تجارت میں حصہ دار ہیں۔ حج کے سارے مناسک معاوضہ لے کر ادا کرائے جاتے ہیں۔ ایک مسلمان کے لئے خانہ کعبہ کا دروازہ فیس کے بغیر نہیں کھل سکتا۔ — نفوذ باللہ من ذالک۔

یہ بنارس اور ہردوار کے پنڈتوں کی سی حالت اس دین کے نام نہاد خدمت گزاروں اور مرکزی عبادت گاہوں کے مجاوروں نے اختیار کر رکھی ہے جس نے مہنت گری کے کاروبار کی جڑیں کاٹ دی ہیں، جہاں جہاں عبادت کرانے کا کام مزدوری اور تجارت بن گیا ہو، جہاں عبادت گاہوں کو ذریعہ آمدنی بنا لیا گیا ہو، جہاں احکام الہی کو اس غرض کے لئے استعمال کیا جاتا ہو کہ خدا کا حکم سن کر لوگ فرض بجالانے کے لئے مجبور ہوں اسی طاقت کے بل پر اُن کی جیبوں سے روپیہ کھینٹا جائے جہاں آدمی کو عبادت کا ہر دمکن ادا کرنے کے لئے معاوضہ دینا پڑتا ہو اور دینی سعادت اس طرح سے خرید و فروخت کی جنس بن گئی ہو ایسی جگہ عبادت کی روح کہاں رہ سکتی ہے، کس طرح آپ اُمید کر سکتے ہیں کہ حج کرنے والوں کو اس عبادت کے حقیقی، اخلاقی و روحانی فائدے حاصل ہوں گے جبکہ یہ سارا کام سواگری اور دوسری طرف خریداری کی ذہنیت سے ہو رہا ہے۔

(خطبات مؤلفہ ابوالاعلیٰ مودودی)

یہ ہیں مودودی کے خیالات جو اُنھوں نے عربوں کے بارے میں خصوصاً سرین شریفین کے لئے اظہار فرمائے ہیں۔ ان حضرات کو بنارس اور ہردوار کے پنڈتوں سے تشبیہ دینا ان لوگوں کو کافروں اور مشرکوں کی صف میں کھڑا کرنا ہے۔ کیا ان جملوں میں کمال و جل کے ساتھ حضرت ابراہیم کی دعاء کی نفی نہیں ہو رہی ہے۔ کیا ان سے حضور سرور کائنات صلیع کی روح مبارک کو تکلیف نہ ہوئی ہوگی۔ جیٹ ایسے خیالات پر اور ایسے انسان پر جو خدا مرکز اسلام کو مشرکوں سے تشبیہ دے۔ ان خیالات کے ساتھ کسی مودودی کو سعادت و جحیم

ہو سکتی۔ گھوم پھر کر آجائیں وہ اور بات ہے۔

بطوان کعبہ رستم زحرم ندا برآمد
تو برون در چہ کردی کہ درون حسانہ آئی

یا یوں کہہ لو: "تو برون در چہ گفتی کہ درون حسانہ آئی"

مگر زبان دل کی ترجمان ہوتی ہے۔ جب زبان میں اتنی ناپاکی ہے تو قلب کا کیا حال ہوگا۔

وَمَا تَنْحِفُ صُدُورُهُمْ الْبَدُ یعنی جو کچھ دلوں میں چھپا ہے وہ زبان کی گندگی

سے کہیں زیادہ ہے۔

میرے عرب بھائی اس فتنہ کو سمجھیں اور ان پر اپنا روپیہ ضائع نہ کریں۔ اعانت شر خود شر ہے۔ اعانت

فتنہ گناہ عظیم ہے۔

لَا تَعَاوِذُ عَلَى الْأَشْمِ وَالْعَذَوَاتِ (قرآن)

مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ میری بات عربوں تک پہنچا دے گا۔ کیا عجب ہے کہ ناظرین میں سے کوئی

شخص اس کا عربی ترجمہ کر کے عربوں کے گوش گزار کر دے۔

۵۲۔ رحمن اور رحیم دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں۔ رحمن میں رحیم سے

زیادہ مبالغہ ہے۔ ترجمہ میں ان سب باقول کا لحاظ ہے۔

شروع اللہ کے نام سے جب بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

===== تفسیر عثمانی۔ بسم اللہ / الحمد شریف =====

نوٹ: مودودی نے تفہیم القرآن میں لکھا ہے کہ رحمن کی کمی کو پورا کرنے کے لئے رحیم لائے۔ اس کی

مثال ایسی ہے جیسے لمبا تڑلگا وغیرہ۔ الرحمن الرحیم کے لئے لمبا تڑلنگا کی مثال الحاد فی الاسماء ہے۔ اللہ بڑا

ہے لمبا نہیں۔ اللہ قدیم ہے پُرانا نہیں۔ اگر اللہ کو حقیقتاً لمبا یا پُرانا کہا یا مثلاً کہا تو یہ الحاد ہے۔ یہاں سے

معلوم ہوا کہ تفہیم القرآن کی بسم اللہ ہی غلط ہے۔ مودودی نے بسم اللہ کا یہ ترجمہ کیا ہے۔ اللہ کے

نام سے جو رحمن و رحیم ہے۔ اس کے معنی یہ کہ مودودی بسم اللہ کے ترجمہ پر بھی قادر نہیں۔ اس ترجمہ

میں معنوی غلطیاں واضح ہیں۔ رحمن و رحیم کا ترجمہ (و) کے ساتھ واضح طور پر غلط ہے۔

۵۳۔ حروفِ مقطعات کے اصل معنی تک ادروں کی رسانی نہیں

بلکہ یہ بھید ہے اللہ اور رسولؐ کے درمیان جو بوجہ حکمت و مصلحت ظاہر نہیں فرمایا

(الْقُرْ) (تفسیر عثمانی) - بقرہ : ۱

نوٹ : مودودی نے لکھا ہے کہ حروفِ مقطعات کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے اسلوبِ جاہلیت کی پیروی کی ہے۔ ان کے معنی کوئی چیتان نہ تھے! یہ خالص کفر اور زندہ قبر ہے۔ جب الحمد شریف اور بقرہ کی ابتدائی تفسیر کا یہ رنگ ہے تو پورے قرآن کی تفسیر میں کیا کچھ کفریات نہ ہوں گے۔

۵۴۔ وَلَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الدُّوْحِ

میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے روحِ انسانی کی بے نظیر تفسیر لکھی ہے۔ مگر مودودی نے اس آیت کی تفسیر میں روح سے مراد روحِ انسانی کو غلط قرار دیا ہے۔ (سورہ بنی اسرائیل : ۸۵)

۵۵۔ رَبِّ اَدْخِلْنِيْ اِلٰی سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا

سے مراد یہ ہے کہ یا اللہ مجھ کو غلبہ و تسلط عنایت فرما جس کے ساتھ تیری مدد ہو تاکہ حق کا بول بالا رہے اور معاندین ذلیل و پست ہوں۔ (تفسیر عثمانی - سورہ بنی اسرائیل : ۸۰)

نوٹ : مگر مودودی نے اس آیت کی تفسیر میں نہایت سفاهت سے اور دروغ سے کام لیا ہے اُس نے لکھا ہے کہ یا تو مجھ کو اقتدار ویدے یا کسی حکومت کو میرا مددگار بنا دے۔ پھر یہ بھی لکھا ہے کہ یہی تفسیر حضرت حسنؒ حضرت قتادہؒ، ابن جریر اور ابن کثیرؒ جیسے جلیل القدر مفسرین نے لکھی ہے۔ یہ سراسر جھوٹ ہے ابن کثیرؒ کی تفسیر دیکھئے اس میں مودودی کا کذب اور افتراء معلوم ہو جائے گا۔

حضرت ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں :

مسند احمد میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف میں تھے پھر آپ کو ہجرت کا حکم ہوا اور یہ آیت اتری۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ کفار مکہ نے مشورہ کیا کہ آپ کو قتل کر دیں یا آپ کو نکال دیں یا قید کر لیں۔ پس اللہ کا یہی ارادہ ہوا کہ اہل مکہ کو ان کی بد اعمالیوں کا مزہ چکھا دے۔ اُس نے اپنے پیغمبرؐ کو مدینے جانے کا حکم دیا۔ یہی اس آیت میں بیان ہو رہا ہے۔ قتادہؒ فرماتے ہیں مکہ سے نکلنا اور مدینہ میں داخل ہونا۔ یہی قول سب سے زیادہ مشہور ہے ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ سچائی کے داخلہ سے مراد موت ہے اور سچائی سے نکلنے کی مراد موت کے بعد کی زندگی ہے اور اقوال بھی ہیں، لیکن زیادہ صحیح پہلا قول ہی ہے۔ امام ابن جریرؒ بھی اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ پھر حکم ہوا کہ غلبہ اور مدد کی دعا کرو۔ اس دعا پر اللہ تعالیٰ نے فارس اور روم کا ملک اور عزت دینے کا وعدہ فرمایا۔ اتنا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم معلوم کر چکے تھے کہ بغیر غلبہ کے دین کی اشاعت اور زور ناممکن ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے مدد اور غلبہ طلب کیا (یہ نہیں کہ کسی حکومت کی مدد طلب کی جیسا کہ مودودی نے لکھا ہے) تاکہ کتاب اللہ اور حدود النبیؐ فرائض شرع اور قیام دین آپ کر سکیں۔ یہ غلبہ بھی خدا کی ایک زبردست مدد ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو ایک دوسرے کو کھا جاتا، ہر زور آور کمزور کا شکار کر لیتا۔ مسنطانا نصیراً سے مراد کھلی دلیل بھی ہے، لیکن پہلا قول اولیٰ ہے۔ اس لئے کہ حق کے ساتھ غلبہ اور طاقت بھی ضروری ہے تاکہ مخالفین دبے ہوئے رہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے لوہے کے اتارنے کے احسان کو بیان فرمایا خاص طور سے۔ ایک حدیث میں ہے کہ سلطنت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بہت سزا بڑائیوں کو روک دیتا ہے جو قرآن سے نہیں رُک سکتی تھیں۔ یہ بالکل واقعہ ہے بہت سے لوگ ہیں کہ قرآن کی نصیحتوں اور وعیدوں کو سُن کر بدکاریوں سے نہیں ہٹتے لیکن اسلامی طاقت سے مرعوب ہو کر وہ برائیوں سے رُک جاتے ہیں۔

(تفسیر ابن کثیرؒ - مکتبہ فیض القرآن - دیوبند - ترجمہ سید محمد انظر شاہ کشمیری مدظلہ)۔ ابن کثیرؒ نے اس تفسیر میں کہیں نہیں لکھا ”یا کسی حکومت کو میرا مددگار بنا دے“۔ نہ انھوں نے حضرت حسن، حضرت قتادہ اور حضرت ابن جریر کا حوالہ دیا کہ انھوں نے ایسی بات لکھی ہے۔ اس سے بڑا دروغ اور کذب کیا ہوگا کہ قرآن کی غلط تفسیر لکھیں اور اُس کو بڑے بڑے حضرات کی طرف منسوب کر دیا جائے۔ اسی لئے تو بعض لوگ مودودی کو امر بیکہ کا ایجنٹ کہتے ہیں۔ مفتی محمود نے بھی کہا ہے کہ مودودی امر بیکہ کا ایجنٹ ہے۔

بہر حال ایک مقام تو ہم نے دکھایا ہے باقی مقامات علماء حضرات معلوم کریں۔ جامعہ اشرفیہ کے
 عبدالملک شرم کریں۔ مفتی محمود شرم کریں۔ مفتی شفیع مرحوم کے صاحبزادے شرم کریں۔ آج یہ لوگ کس کی
 اعانت کر رہے ہیں۔ آج یہ لوگ کس کو بانس پر چڑھا رہے ہیں۔ کیا مودودی فتنہ سے جو گمراہی پھیلی ہے اور پھیل
 رہی ہے وہ اُن کے کھاتہ میں نہیں جائے گی۔ ضرور جائے گی اور اللہ کے سامنے جواب دینا ہوگا۔ کیا ہمارے
 اکابرین دیوبند نے یہی کیا جو تم کر رہے ہو؟ کیا حضرت گنگوہیؒ، حضرت ننوتویؒ، حضرت تھانویؒ اور
 حضرت مدنیؒ نے یہی کیا جو تم کر رہے ہو؟ قسم اللہ کی ہرگز نہیں! ان حضرات نے تو فتنوں کو مٹایا ہے۔
 آج تم طلب دنیا میں اپنے اکابرین کی غلطیوں کو پامال کر رہے ہو۔ افسوس صد افسوس!

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 بِرَبِّكَ الْفَقْرَاتُ بِجَدِّكَ الْغَنِيِّ لِلْعَلِيِّ
 صدق الله اعظم

موضح القرآن

(یعنی)

تفسیر عثمانی

ترجمہ: شیخ اہلسنہ مولانا محمود حسن رحمہ اللہ (اسیرِ مالٹا)

تفسیر: علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (شیخ الاسلام پاکستان)

تعارف و فہرست مضامین

مولانا محمد اشفاق احمد - کراچی

شائع کردہ: مکتبہ مطلوب العباسی مارکیٹ بلاک انجمن تہذیب آباد کراچی

مطبوعہ: عالمین پبلیکیشنز پریس ۲۲ ٹیگن روڈ - جوہری پارک - لاہور

مکتبہ مطلوب
آئندہ پیشکش

تفسیر عثمانی

کامکمل انگریزی ترجمہ
مع عربی متن و تفسیر آن مجید

انشاء اللہ جلد عالمین پبلیکیشنز پریس

۲۲/۱۰ ریٹیکن روڈ۔ بھویری پارک لاہور سے

۲ جلدوں میں طبع ہو کر ہدیہ قارئین کیا جائے گا



شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے ترجمے اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

کی تفسیر کو انگریزی زبان میں منتقل کرنے کی گرانقدر خدمت

حضرت مولانا محمد شفاق احمد صاحب انجام دے رہے ہیں

تفسیر عثمانی^{سج}

دورِ حاضر میں پھیلی ہوئی گمراہیوں اور بد عقیدگیوں کے سدباب کے لئے
مکتبہ مطلوب نے اسیرِ مالٹا شیخ الہند مولینا محمود حسنؒ کے ترجمہ اور
شیخ الاسلام مولینا بشیر احمد عثمانیؒ کی تفسیر پر قتلِ کلامِ پاک کی وسیع پیمانہ پر
اشاعت کا خصوصی اہتمام کیا ہے

تفسیر عثمانی میں شیخ الاسلام کے برادرِ بزرگ
مولینا مطلوب الرحمن عثمانی کے غلیفہ مجاز مولینا محمد اشفاق احمد صاحب
کالہ سیرت افروز مقدمہ اور آیاتوں کے حوالہ کے ساتھ قرآنی موضوعات کی
انتہائی مفید فہرست مضامین بھی شامل ہے

بہترین طباعت

اور جلد سے

آراستہ

مکتبہ مطلوب ۳۵، العباس مارکیٹ، بلاک اے، نارتھ ناظم آباد، کراچی

عالمین سلیکیشنز پریس ۲۲/۱، ریٹینگن روڈ، جھویری پارک، لاہور

ملنے کا پتہ